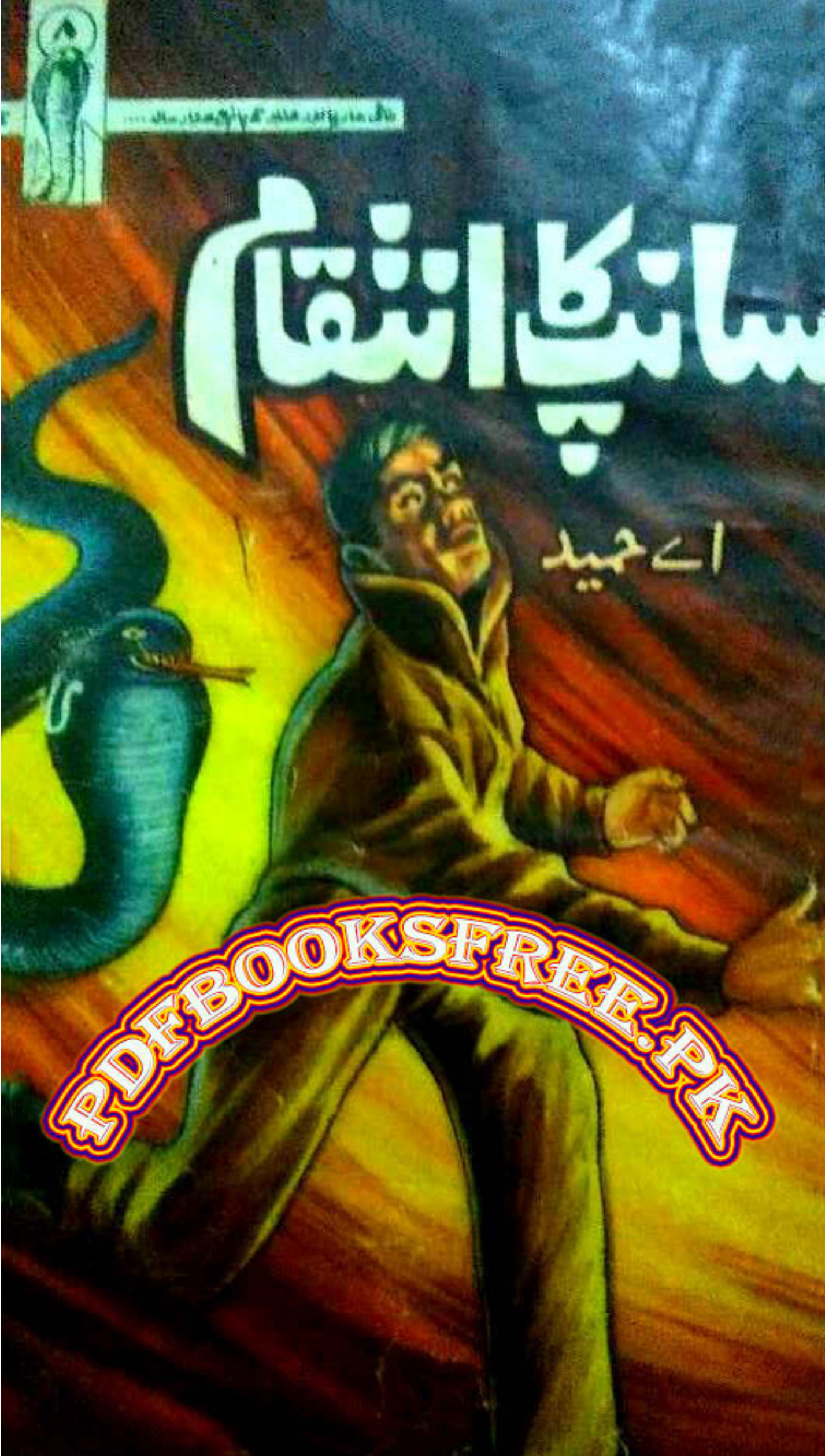
سانپ کا انتقام
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

SCAN BY
MUHAMMAD ARSHAD

۸

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کہانی ہزار سال سفر کی

سنسنی خیز داستان

سانپ کا انتقام

اے۔ حمید

قیمت : -/۴ روپے

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

[illegible]

پیارے دوستو!

عنبر بے ہوش عمارہ کے ساتھ سمندر میں بے یار و مددگار ایک کشتی میں بہہ رہا ہے کہ اُسے ایک بادبانی جہاز دکھائی دیتا ہے۔ عنبر جب جہاز پر پہنچتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اس جہاز پر ایک بھی ملاح اور مسافر نہیں ہے۔ سارے کا سارا جہاز خالی ہے۔ اس کے بادبان پر ایک انسانی لاش لٹک رہی ہوتی ہے۔ عنبر جہاز کے نیچے جاتا ہے تو اسے ایک سایہ دکھائی دیتا ہے۔ عنبر سائے کے تعاقب میں اس کے پیچھے جاتا ہے تو اسے ایک بھیانک مگر دردناک آواز سنائی دیتی ہے جو مدد کے لئے پکار رہی ہے۔ عنبر آواز کے پیچھے جاتا ہے اور جہاز کے سب سے نچلے حصے میں پہنچ جاتا ہے۔ یہاں اندھیرا ہے اور اسے کسی جانور کے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ اندھیرے میں چھپ جاتا ہے کہ اچانک ایک بجلی سی کوندتی ہے اور وہی سایہ چمک کر اس کی آنکھوں کے آگے سے نکل کر بھاگتا ہے۔ عنبر اوپر آتا ہے تو اس کی دوست عمارہ غائب ہوتی ہے۔ وہ سارا جہاز تلاش کرتا ہے، عمارہ کہیں نہیں ملتی۔ آدھی رات کو وہ چاند کی پُراسرار روشنی میں دور ایک پہاڑی پر روشنی دیکھتا ہے۔ اس کے آگے آپ خود پڑھیے گا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

* لاش کا راز
* جادو کا محل
* ناگ ماریا اور طوطا کو
* سانپ کا انتقام
* گمشدہ راجکماری

لاش کا راز

پُراسرار بادبانی جہاز قریب آرہا تھا۔

دن کی روشنی میں اس کے سفید بادبان ہوا میں پھول کر چمک رہے تھے۔ سمندر کی لہریں پُرسکون تھیں۔ جہاز جب قریب آیا تو عنبر نے دیکھا کہ اس کے عرشے پر کوئی ملاح یا مسافر نہیں تھا۔ اُس نے سوچا شاید مسافر اور ملاح ابھی سو رہے ہوں۔ لیکن دن کافی نکل آیا تھا اور ملاح اتنی دیر تک نہیں سویا کرتے۔ عنبر کی کشتی جہاز کے سامنے سے گذری تو اس نے جہاز کے بادبان کے ساتھ ایک انسانی لاش لٹکتی ہوئی دیکھی جس کے گلے میں پھندا پڑا تھا۔ عنبر چپو کھینا کشتی کو جہاز کے پہلو میں لے آیا۔ جہاز کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بادبانوں میں بھری ہوئی ہوا کے زور سے اپنے آپ سمندر میں بہا چلا جا رہا ہے۔

عنبر حیران تھا کہ یہ لاش کس لئے جہاز پر لٹک رہی ہے؟ اس کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ جہاز بحری لٹیروں کا ہو اور

انہوں نے کسی ملاح کو پھانسی کی سزا دے کر بادبان کے ستون سے لٹکا دیا ہو۔ مگر بحری لٹیروں کے بادبان سفید نہیں ہوا کرتے۔ اور پھر ان کے جہاز پر انسانی کھوپڑی والا جھنڈا لہرا رہا ہوتا ہے۔ پھر اس لاش کا راز کیا تھا؟

یہ جہاز خالی خالی کیوں تھا؟

عمارہ جاگ چکی تھی۔ عنبر نے اُسے سارا حال بیان کیا اور کہا کہ وہ کشتی کو جہاز کے ساتھ لگا کر جہاز پر چڑھنے کی کوشش کرے گا۔ چلتے جہاز پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن عنبر نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ عمارہ کو ساتھ لے کر زیادہ دنوں تک بے یار و مددگار سمندر میں سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے ایک جہاز کی ضرورت تھی عمارہ ڈر رہی تھی۔ وہ ایسے جہاز پر نہیں جانا چاہتی تھی۔ جس کے اوپر انسانی لاش لٹک رہی ہو اور جس میں نہ کوئی مسافر دکھائی دے رہا ہو اور نہ کوئی ملاح!

لیکن عنبر نے کہا۔

"تمہیں میرے ہوتے ہوئے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس جہاز پر چل کر معلوم کریں گے کہ یہ جہاز کس کا ہے اور کہاں جا رہا ہے"

جہاز کے پہلو میں ایک موٹا رسّہ لٹک رہا تھا۔ اس کا سرا

سمندر کی لہروں کے تھوڑا اوپر ہی تھا۔ عنبر کشتی کو اُس کے قریب لے گیا اور رسّے کو لپک کر پکڑ لیا۔ رسّے کے پکڑتے ہی کشتی کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کی رفتار جہاز کے برابر ہو گئی۔ عنبر نے جلدی سے رسّے کو کشتی کے ساتھ باندھ دیا اور عمارہ سے بولا۔

"میں اس رسّے کی مدد سے جہاز کے اوپر جا رہا ہوں میرے پہنچنے کے بعد تمہیں بھی اسی رسّے کے ذریعے اوپر آنا ہوگا"

عنبر نے رسّے کو دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور پاؤں جہاز کے لکڑی کے پیندے سے لگا کر اوپر چڑھنے لگا۔ عرشے پر پہنچ کر اُس نے جہاز کے خالی عرشے پر ایک نگاہ ڈالی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ ویرانی سی چھائی تھی۔ اُس نے عمارہ کو اوپر آنے کا اشارہ کیا۔

عمارہ نے سات برس جنگل میں درختوں پر الانگتے پھلانگتے گذارے تھے۔ وہ رسّا پکڑ کر بڑی جلدی سے اوپر چڑھ آئی۔

"عنبر بھائی! یہ جہاز تو بالکل خالی ہے"

"ہاں — یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے"

وہ لٹکی ہوئی لاش کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے۔ لاش کو

دیکھتے ہی عمارہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عنبر نے اسے تسلی دی وہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔ لاش کی حالت خراب تھی۔ گوشت گل سڑ گیا تھا اور جگہ جگہ سے سفید ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ کھوپڑی ننگی تھی اور ناک اور آنکھوں کی جگہ سوراخ بنے ہوئے تھے۔ عنبر نے عمارہ سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ میں اس جہاز کے نیچے جا کر معلوم کرتا ہوں کہ ملاح کہاں ہیں اور یہ جہاز خالی کیوں ہے ——"

عمارہ نے کہا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

عنبر عمارہ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُسے کچھ علم نہیں تھا کہ نیچے جا کر اس کے ساتھ کیسے واقعات پیش آتے ہیں۔ اس نے عمارہ کو عرشے پر ایک جگہ ترپال کے پیچھے بٹھا کر کہا۔

"عمارہ بہن تمہارا نیچے جانا ٹھیک نہیں۔ خدا جانے نیچے کوئی خونخوار بلا ہو یا ڈاکو گھات لگائے بیٹھے ہوں میں تو مر نہیں سکوں گا لیکن تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔"

عمارہ نے بے تابی سے کہا۔

"زیادہ دیر نہ لگانا تم۔"

"نیچے جا رہا ہوں کسی دوسرے شہر نہیں جا رہا بس ایک دو منٹ میں اوپر آ جاؤں گا۔"

عمارہ کو عرشے پر ترپال کے آڑ میں چھوڑ کر عنبر جہاز کے نیچے اُتر گیا۔ یہ جہاز زیادہ بڑا نہیں تھا۔ نیچے صرف ایک منزل تھی جہاں ایک جگہ گودام میں ناریل کا ڈھیر پڑا تھا۔ لکڑی کے دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ ان میں لکڑی کی گول میزیں اور تخت بچھے تھے۔ چھت سے فانوس لٹک رہے تھے۔ مگر انسان یہاں بھی کہیں دکھائی نہ دیتے تھے۔

باورچی خانے میں کھانے پینے کی چیزیں پڑی تھیں۔ کنڈوں سے سوکھی مچھلیوں اور پیاز کے چھینکے لٹک رہے تھے۔ کونے میں پانی کا بڑا بٹھل بھرا ہوا تھا۔ چولہے ٹھنڈے پڑے تھے صرف ایک چولہے میں راکھ ابھی تک گرم تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آگ دو دن پہلے جلی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دو دن پہلے اسی جہاز پر لوگ موجود تھے۔

عنبر کپتان کے کیبن میں آ گیا۔ یہ چھوٹا سا نیچی چھت والا کمرہ تھا۔ درمیان میں گول میز اور کرسیاں بچھی تھیں۔ اوپر شمع دان جھول رہا تھا۔ دیوار کے ساتھ تپائی پر تانبے کا ایک بڑا جگ اور

گلاس پڑے تھے۔ یہاں کوئی ایسی چیز عنبر کو دکھائی نہ دی جس سے یہ پتہ چل سکتا کہ اس جہاز کے لوگ کہاں گم ہو گئے ہیں۔

عنبر کپتان کے کیبن سے نکل کر باورچی خانے کے سامنے سے ہو کر اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی نے کیبن کا دروازہ کھول کر زور سے بند کیا ہو۔ وہ وہیں رُک گیا۔ اس نے پلٹ کر جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر دیکھا۔

غلام گردش سنسان تھی۔ اسے یوں لگا جیسے ایک سایہ کپتان کے کمرے سے نکل کر گودام کی طرف گیا ہے۔ عنبر گودام کی طرف آگیا۔ گودام کا دروازہ بند تھا۔ اُس نے کھولنا چاہا۔ لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اندر کوئی ہے۔ عنبر نے آواز دی۔

"اندر کون ہے؟ باہر آؤ"

کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر نے دو تین آوازیں دیں۔ وہی خاموشی چھائی رہی۔ عنبر نے زور لگا کر دروازے کے اندر والی چٹخنی توڑ ڈالی۔ دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ عنبر جلدی سے گودام کے اندر آگیا یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ گودام بالکل خالی تھا۔ کوئی بھی چیز وہاں نہیں تھی۔ نہ کوئی سامان اور نہ کوئی انسان۔ تو پھر اندر سے کنڈی کس نے لگائی تھی؟ خالی جہاز کا راز اور زیادہ گہرا

ہوتا جا رہا تھا۔ دروازہ کس نے زور سے بند کیا تھا۔ وہ سایہ کس کا تھا جو گودام کی طرف بھاگا تھا؟

عنبر کچھ سوچ کر کپتان کے کیبن کی طرف بڑھا۔ کیبن کا دروازہ اب کسی نے اندر سے بند کر رکھا تھا۔ عنبر نے دروازے پر دستک دی۔ پھر کہا۔

"اندر جو کوئی بھی ہے دروازہ کھولے"

اندر سے کسی کے زور زور سے سانس لینے اور خرخرانے کی آواز آئی۔ عنبر نے دھکا مار کر دروازہ کھول دیا۔ وہ لپک کر کیبن کے اندر آگیا۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ کیونکہ کپتان کا کیبن ویسے ہی خالی تھا جیسا کہ وہ اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ ابھی ابھی جو کسی کے زور زور سے سانس لینے اور خرخرانے کی آواز آرہی تھی وہ کون تھا؟ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ راز کیا ہے۔

اب اسے عمارہ کا خیال آیا کہ وہ اوپر اکیلی بیٹھی ہو گی۔ وہ پہلے ہی گھبرا رہی تھی۔ چل کر اس کی خبر لینی چاہیے۔ عنبر سیڑھیاں چڑھ کر جہاز کی سب سے اوپر والی منزل کے عرشے پر آگیا۔ بادبان پر اوپر گلی سڑی انسانی لاش اسی طرح لٹک رہی تھی۔ ترپال کے قریب جا کر عنبر نے دیکھا کہ عمارہ وہاں نہیں ہے۔ اس نے دل میں کہا کہ اسے منع بھی کیا تھا کہ اپنی جگہ چھوڑ کر مت

جانا۔ عنبر نے عمارہ کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ سوائے سمندر کی لہروں کی دھیمی دھیمی سرگوشیاں کے وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ عنبر پریشان سا ہو گیا کہ عمارہ کہاں چلی گئی ؟

اسے خیال آیا کہ کہیں وہ اس کے پیچھے نیچے نہ اتر گئی ہو۔ وہ دوبارہ جہاز کی دوسری منزل میں آ گیا۔ اس نے ایک ایک جگہ چھان ماری۔ عمارہ کو آوازیں بھی دیں لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔ جیسے اسے سمندر نے نگل لیا تھا۔ عنبر نے سارا جہاز دیکھ مارا۔ عمارہ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ عنبر کی تشویش اور بڑھ گئی۔ وہ کہاں گم ہو سکتی تھی؟ اگر کسی نے اُسے اٹھا لیا ہے اور وہ اُسے اٹھا کر کہاں لے گیا ؟ آخر اُسے اسی جہاز میں ہونا چاہیے تھا۔

لیکن جہاز میں تو عمارہ کہیں نہیں تھی۔ سارے کا سارا جہاز خالی پڑا تھا اور ہوا میں پھولے ہوئے بادبان اُسے سمندر کی لہروں پر کسی نامعلوم منزل کی طرف لئے جا رہے تھے۔ عنبر عرشے پر چل کر عمارہ کو ایک بار پھر تلاش کرنے کے خیال سے اوپر جانے والی سیڑھی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں پھر وہی زور زور سے سانس لینے اور خُرخُرانے کی آواز آئی۔

عنبر نے راہداری میں دونوں جانب دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ راہ داری سنسان پڑی تھی۔ یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی ؟ عمارہ کہاں غائب ہو گئی ؟ یہ دونوں سوال عنبر کے دماغ میں

بھوت بن کر ناچ رہے تھے اور اس کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان سوالوں کا جواب حاصل کر کے رہے گا۔ وہ عمارہ کے گم ہونے اور آسیبی جہاز کا راز حل کر کے چھوڑے گا۔

عین اس وقت عنبر کو ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی بڑے دردناک لہجے میں کسی کو آوازیں دے رہا ہو۔ آواز بھاری تھی اور کسی مرد کی لگتی تھی۔ جیسے کوئی بڑی تکلیف میں ہو اور مدد کے لئے پکار رہا ہو۔ آواز دوسری منزل سے بھی نیچے سے آ رہی تھی۔

عنبر نے وہ راستہ تلاش کرنا شروع کیا جو نیچے جاتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی راستہ نیچے ضرور جاتا ہو گا۔ کیونکہ اس قسم کے جہازوں کے نیچے ایک سُرنگ قسم کی لمبی گلی ہوتی ہے۔ جہاں زنجیروں میں جکڑے ہوئے غلام اُس وقت چیخ چلاتے ہیں جب سمندر میں ہوا بند ہونے سے بادبان بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جہاز کو ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔

راہ داری کے کونے میں عنبر کو ایک گول سوراخ مل گیا جس کے نیچے رسّی لٹک رہی تھی۔ عنبر نے کان لگا کر سُنا۔ وہ دردناک آواز اسی سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے سوراخ کے اندر جھانک کر دیکھا۔ نیچے ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اس نے غور سے سُنا۔ آواز کسی انوکھی زبان میں تھی۔ لیکن عنبر اُسے سمجھ رہا

تھا۔ آواز بار بار بڑے درد بھرے انداز میں مدد کے لئے کسی کو بُلا رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی سخت تکلیف میں ہے۔ عنبر نے سوراخ کے پاس منہ لے جا کر کہا۔

"تم کون ہو؟"

عنبر کے اس سوال پر نیچے تہہ خانے میں اچانک خاموشی چھا گئی۔ عنبر نے تین چار بار آوازیں دیں مگر نیچے سے کوئی جواب نہ آیا۔ دردناک آواز آنی بھی بند ہو گئی۔ عنبر رسّی کی مدد سے نیچے اتر گیا۔ یہ ایک لمبی سُرنگ تھی جس کی چھت عنبر کے سر کو چھو رہی تھی۔ دونوں طرف جہاز کے پیندے میں چھوٹے چھوٹے گول سوراخ تھے جن میں لمبے لمبے آدھے چپّو باہر سمندر کی طرف نکلے ہوئے تھے۔ لکڑی کے تختوں پر چپّو چلانے والے غلاموں کی جگہ بنی تھی مگر وہاں کوئی غلام ملاّح نہیں تھا۔ درمیان میں ایک جگہ نابت رکھی تھی جس کی دُھن پر ملاّح چپو چلاتے ہیں عنبر حیرانی میں کھو گیا کہ یہاں کے ملاّح بھی کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ وہ گویلے کی خُرخُرانے کی آواز اور پھر دردناک آواز کس کی تھی؟ وہ چیخ کس کی تھی؟ یہ سب کچھ کیا معمّہ ہے؟

جہاز لہروں پر ڈھولتا ہوا سمندر میں بہا چلا جا رہا تھا عمارہ کہاں گم ہو گئی تھی؟ جہاز کے اوپر لاش کس نے لٹکائی تھی؟ اس جہاز کا کپتان اور عملہ کہاں تھا؟ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں

آ رہا تھا۔ عنبر واپس جانے کے لئے مُڑا۔ وہ رسّی کی مدد سے اوپر چڑھنے ہی لگا تھا کہ ایک بلّی کی دل ہلا دینے والی ڈراؤنی چیخ بلند ہوئی اور پھر ایک زرد آنکھوں والی کالی بلّی کسی کونے سے نکل کر اچھلی اور عنبر کے سر پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے عنبر کی کھوپڑی کو اپنے خونی پنجوں میں جکڑ لیا تھا اور اسے اپنے پنجوں سے کھُرچنے کی جان توڑ کوشش کر رہی تھی۔

اگر عنبر کی جگہ کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو اس خونخوار بلّی نے اس کی کھوپڑی بیچ میں سے کھول دی ہوتی اور بھیجہ چٹ کر لیا ہوتا۔ عنبر چونکہ عام انسان نہیں تھا۔ اور اس کی کھوپڑی تو گویا چٹان کے پتھروں کی بنی ہوئی تھی اس لئے بلّی اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ بلّی بھی اپنے دل میں ضرور حیران ہوئی ہو گی کہ یہ کس قسم کی کھوپڑی ہے کہ اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا۔

عنبر نے ہاتھ مار کر بلّی کو نیچے گرا دیا۔

کالی بلّی الٹ کر لکڑی کے فرش پر گری اور وہی گُم ہو گئی۔ عنبر اس تاریک غار سے نکل کر جہاز کی دوسری منزل پر آ گیا۔ وہ ڈیک پر آنے کے لئے سیڑھیوں کی طرف بڑھا تو اُسے پھر ایک سایہ کپتان کے کیبن سے نکل کر گودام کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ عنبر نے عمارہ کو آواز دی۔

"عمارہ! کیا یہ تم ہو؟"

جواب میں وہی گہری خاموشی تھی۔ عنبر گودام میں گھس گیا۔
یہاں اس نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گودام کے فرش پر ایک آدمی کی تازہ کھائی ہوئی لاش پڑی تھی۔ عنبر دھک سے رہ گیا۔ پہلا خیال اُسے یہ آیا کہ کہیں یہ عمارہ کی لاش تو نہیں ہے۔ گودام کی دیوار کے گول سوراخ میں سے دن کی روشنی آ رہی تھی۔ عنبر نے اس روشنی میں جُھک کر دیکھا۔ لاش ایک مضبوط بدن والے ہٹے کٹے ادھیڑ عمر آدمی کی تھی جس کی ڈاڑھی گنجی تھی اور گلے میں سونے کی زنجیر تھی۔ عنبر کو اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہ لگی کہ یہ جہاز کے کپتان کی لاش تھی۔ لاش کا ایک بازو اور ایک پوری ٹانگ کھائی ہوئی تھی۔ گردن پر گول سوراخ تھا جہاں خون جما ہوا تھا۔ صاف لگتا تھا کہ یہاں سے کپتان کا خون پیا گیا ہے۔

جادو کا محل

عنبر مدھم روشنی میں لاش کو غور سے دیکھتا رہا۔
یہ کوئی بڑا ہی خونی قسم کا آسیبی جہاز تھا۔ عنبر کو صرف عمارہ کی طرف سے پریشانی تھی کہ وہ کہاں گم ہو گئی ہے۔ کہیں اس پر کوئی مصیبت نہ ٹوٹ پڑی ہو۔ جس آسیب کا اس جہاز پر سایہ یا قبضہ تھا کہیں وہ اُسے بھی ہڑپ نہ کر گیا ہو۔ مگر پھر عمارہ کی لاش کہاں تھی؟ عنبر جتنا سوچتا معاملہ اور زیادہ الجھ جاتا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا تھا اور اب جلدی سے جلدی اس جہاز کے رازوں پر سے پردہ ہٹانا چاہتا تھا۔ اس وقت اگر ناگ اور ریا بھی اس کے ساتھ ہوتی تو شاید یہ راز بہت دیر پہلے کھُل گیا ہوتا۔

عنبر لاش کو گھسیٹ کر باہر راہ داری میں لے آیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انسانی لاش کی اور زیادہ بے حُرمتی ہو۔ وہ اسے سمندر میں پھینکنا چاہتا تھا۔ عنبر ادھ کھائی لاش اٹھا کر اوپر عرشے یعنی ڈیک پر لے آیا۔ وہ لاش کو سمندر میں پھینکنے ہی والا

تھا کہ جہاز کی سب سے نچلی منزل سے بلّی کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی چیخ کی آواز سنائی دی۔ عنبر بھی ایک بار کانپ اٹھا لیکن وہ بڑے مضبوط دل کا نوجوان تھا اور بہادر و نڈر بھی تھا۔ اس نے لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔

اس وقت سمندر میں دھوپ چمک رہی تھی۔ لاش کے سمندر میں گرتے ہی آسمان پر جیسے آندھی سی چڑھی اور دیکھتے دیکھتے سارا آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھک گیا اور تیز ہوا میں جہاز کے بادبان غباروں کی طرح پھول گئے اور جہاز لہروں پر بڑی تیزی سے بہنے لگا۔ ہوا طوفان کی شکل اختیار کرنے لگی۔ سمندر میں بڑی بڑی موجیں اٹھ اٹھ کر جہاز کے پیندے سے ٹکراتیں اور اسے اٹھا کر دوسری طرف لے جاتیں۔

بادل زور زور سے گرجنے لگا۔ سمندر پر چاروں طرف دن کے وقت ہی اندھیرا چھا گیا۔ چھما چھم بارش شروع ہوگئی۔ بادبانوں کے کھلے ہونے کی وجہ سے جہاز زیادہ شدّت سے ڈول رہا تھا کیونکہ طوفانی ہوائیں اُن میں بھر جانے سے جہاز موجوں پر لکڑی کے کھلونے کی طرح اُچھل اُچھل کر نیچے گر رہا تھا۔ عنبر کو یقین تھا کہ عمارہ ابھی تک اسی خالی اور پُراسرار جہاز میں ہے اسی لئے وہ اس جہاز کو غرق ہونے سے ہر حالت میں بچانا چاہتا تھا تاکہ عمارہ زندہ رہے۔ وہ جہاز کے اُس مستول پر چڑھ گیا جہاں

لاش لٹکی ہوئی تھی۔

وہ بادبانوں کی رسّی کاٹ کر انہیں نیچے گرا دینا چاہتا تھا۔ تاکہ جہاز کی رفتار میں جو بھیانک تیزی آگئی تھی وہ کم ہو جائے اور جہاز سمندر میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ مستول یعنی لکڑی کے موٹے کھمبے پر سب سے اوپر چڑھ کر عنبر نے محسوس کیا کہ وہ گلی سڑی لاش کے بالکل آمنے سامنے آگیا ہے۔ بارش بادلوں کی گرج اور گھٹاؤں کے اندھیرے میں لاش کی کھوپڑی اور جسم کی ہڈیاں گلے سڑے گوشت میں سے جگہ جگہ جھانک رہی تھیں۔ کھوپڑی میں آنکھوں کے دونوں سوراخوں میں عنبر کو سرخ چمک سی محسوس ہوئی۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا اور خنجر سے بادبان کے رسّے کاٹنے میں مصروف ہوگیا۔

جب رسّے کٹ گئے اور پھولے ہوئے بادبان ایک زبردست دھماکے کے ساتھ نیچے جہاز کے عرشے پر دھڑام سے گر پڑے تو جہاز کا مستول بھی زور سے ہل گیا۔ لاش کو بھی ایک دو جھٹکے لگے اور جیسے اس کی کھوپڑی میں سے شوں شوں کی آوازیں نکلیں۔

عنبر ابھی تک اوپر اس جگہ پر تھا جہاں کھڑے ہو کر ملاح دور سمندر میں آنے والے جہاز یا سمندری چٹانوں یا زمین کو دیکھ کر آواز بلند کر کے جہاز کے مسافروں اور کپتان کو خبردار کیا کرتے ہیں۔ شوں شوں کی آواز پر عنبر نے چونک کر لاش کی

کھوپڑی کی طرف دیکھا۔ بارش عنبر کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ لاش سے بھی بارش کا پانی ٹپک رہا تھا۔ لاش کی آنکھوں کے سوراخوں میں سے دو دو سرخ آنکھیں قندھاری انار کے دانوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

عنبر نے سوچا اس کھوپڑی میں یہ آنکھیں کس شے کی ہیں؟ واپس اترتے ہوئے عنبر کو لاش کے بالکل قریب سے ہو کر جانا تھا۔ جب وہ لکڑی کے مستول پر آہستہ آہستہ پھسلتا ہوا لاش کے قریب سے گذرنے لگا تو ایک دم سے کھوپڑی کے سوراخوں میں سے پھنکاریں مارتے ہوئے دو سبز سانپ باہر نکلے اور عنبر کی گردن کے گرد لپٹے اور اس کی آنکھوں پر بار بار ڈسنے لگے۔ عنبر گھبرا گیا۔ اگر وہ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑتا ہے تو نیچے گر پڑتا ہے۔ اگرچہ نیچے گرنے سے اُسے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر بھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ اتنی بلندی سے ہاتھ چھوڑ کر محض سانپوں کے لئے چھلانگ لگا دے۔

اس نے سانپوں کو ڈسنے دیا اور پھسلتا ہوا نیچے اتر آیا۔ زہریلے سانپ ابھی تک اس کی گردن کے گرد لپٹے اس کی آنکھوں کو ڈس رہے تھے۔ ڈسنے سے سانپوں کے دانت زخمی ہو گئے تھے۔ کیونکہ عنبر کی آنکھیں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئی تھی۔ عنبر نے دونوں سانپوں کو گردن سے پکڑ کر اتارا اور کچل کر

سمندر میں پھینک دیا۔

بادبانوں کے گرنے سے جہاز کے ڈولنے میں کافی فرق آ گیا تھا۔ لیکن بارش اور سمندری طوفان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ وہ کس جادوگر یا چڑیل کی لاش تھی کہ جس کے سمندر میں گرنے سے اتنا زبردست طوفان آ گیا تھا۔ یہ معمہ عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ عرشے پر بارش اور سمندر کی طوفانی لہروں کی بوچھاڑیں پڑ رہی تھیں۔ وہ ترپالوں کی چھت کے نیچے اس جگہ آ گیا جہاں جہاز کو ایک خاص سیدھ میں رکھنے والی چرخی لگی تھی۔ اس چرخی کو رسّی باندھ کر ایک جگہ روک دیا گیا تھا۔ کیونکہ جہاز کی کوئی منزل ہی نہیں تھی تو پھر چاہے وہ جس طرف بہتا چلا جائے۔

بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک اور سمندری بڑی بڑی موجوں کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ جہاز لہروں پر ڈولتا ہوا کسی نامعلوم سمت کو بڑی رفتار سے چلا جا رہا تھا۔ عنبر نہیں چاہتا تھا کہ جہاز کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ کیونکہ اس قسم کے طوفانوں میں سمندری جہاز شتر بے مہار ہو کر اکثر سمندر کے اندر ابھری ہوئی چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ ہو جایا کرتے ہیں۔ عنبر عمارہ کو اسی جہاز سے واپس حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ عمارہ اسی جہاز میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کسی جگہ موجود ہے۔ کہاں ہے؟ عنبر یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔

بادلوں کی گرج ہلکی ہونے لگی۔ طوفان کا زور بھی ٹوٹنے لگا اور بارش بھی کچھ دھیمی ہو گئی۔ بادلوں کے ہٹ جانے سے سمندر پر غروب ہوتے سورج کی سرخ سرخ روشنی پھیل گئی۔ طوفان کا زور تھم گیا تھا مگر سمندر کی بڑی بڑی لہریں جہاز کو اسی طرح آگے دھکیلتی لئے جا رہی تھیں۔ جہاز جنوبی سمندروں کی طرف بہا چلا جا رہا تھا۔ عنبر ترپال کے نیچے ایک گٹھے پر بیٹھا عمارہ، ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی پیٹھ جنوب کی طرف تھی جہاں دور سمندر سے نکلے ہوئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر کسی محل کا گنبد سورج کی سنہری روشنی میں چمک رہا تھا۔

عنبر اٹھ کر عرشے پر ٹہلنے لگا تو اس کی نظر جنوب کی طرف سمندر میں چلی گئی۔ دور بلند پہاڑ کی چوٹی پر چمکتے ہوئے محل کے گنبد کو دیکھ کر وہ بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیسا محل ہے کہ گمنام سمندر میں اتنی دور ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا ہے۔ جہاز کو سمندری موجیں بڑی تیزی سے اس پُراسرار محل کی طرف لئے جا رہی تھیں۔ دن چھپ رہا تھا۔ سورج بادلوں کے پیچھے سے جھانکتا ہوا مغرب میں سمندر کی طرف جھک رہا تھا۔

جونہی سورج سمندر میں ڈوبا سمندر پر اندھیرا چھا گیا۔ عنبر نے پہاڑ کی طرف دیکھا جو اب سمندر میں زیادہ فاصلے پر نہیں رہ گیا تھا۔ محل میں سب سے اوپر کسی جگہ روشنی ہو رہی تھی۔ جیسے وہاں کوئی شمع روشن ہو۔ یہ شام ہوتے ہی جیسے اپنے آپ روشن ہو گئی تھی۔ عنبر کو ایک بات کا بہت فکر تھا۔ وہ ہزاروں سالوں سے صحراؤں، میدانوں، پہاڑوں اور سمندروں میں سفر کر رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ جہاز اتنی رفتار سے بڑھ رہا ہے کہ اگر اسے روکا نہ گیا تو وہ کنارے پر چڑھ جائے گا یا ساحل پر کسی چٹان سے "ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

سوال یہ تھا کہ جہاز کو روکا کس طرح جائے؟ عنبر کے پاس نہ تو لنگر تھا اور نہ ملاح کو جو جہاز کو زیادہ آگے بڑھنے سے روک سکتے۔ لنگر اس جہاز کا تھا ہی نہیں۔ اور غلام ملاح خدا جانے کس جن بھوت یا چڑیل کا نوالہ بن گئے تھے۔ عنبر نے محسوس کیا کہ پہاڑ کی چوٹی والے محل میں جلتی روشنی کبھی بجھ کر پھر سے روشن ہو جاتی ہے۔ گویا وہاں سے اس سمندری جہاز کو سگنل دیئے جا رہے تھے۔

یہ کون لوگ تھے جو اس محل سے سگنل دے رہے تھے؟ عنبر کو اب یہی معلوم کرنا تھا۔ جس بات کا اُسے سب سے زیادہ خطرہ تھا وہ یہی تھی کہ جس رفتار سے جہاز ساحل کی چٹانوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی طرف بڑھ رہا ہے یہ ضرور اُن سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ مگر اب ایسا ہوا کہ جونہی ساحل قریب آیا جہاز کی رفتار اپنے آپ مدھم ہو گئی۔ جوں جوں جہاز آگے بڑھ رہا تھا وہ بہت آہستہ ہو رہا تھا۔ جب ساحل آ گیا تو جہاز جوں کی چال چلنے لگا اور پھر ایک جگہ سمندر میں ہی رُک گیا۔

یہاں سے ساحل کی چٹانیں ساٹھ ستر قدموں پر تھیں۔ عنبر کو تعجب ہوا کہ اس جہاز کو کس طاقت نے ساحل کے پاس آ کر روک دیا ہے۔ مگر راز کے اوپر ایک اور راز کا پردہ گر رہا تھا۔ اسے اتنی فرصت ہی نہیں تھی کہ جہاز کے اپنے آپ رُک جانے کے راز پر غور کرتا۔ کیونکہ اس کے سامنے پہاڑ تھا جس چوٹی پر ایک اور پُراسرار محل تھا جس کی سب سے اوپر والی چھت کی کھڑکی میں ایک گول چمنی والی شمع جل رہی تھی۔

عنبر ایک چھوٹی سی ڈونگا نما کشتی پر بیٹھ کر ساحل کی طرف چل دیا۔ سمندر کی جوشیلی لہروں نے بہت جلد اُسے ساحل پر پہنچا دیا۔ یہ پتھریلا ساحل تھا۔ عنبر نے کشتی کو پتھروں میں کھینچ کر ایک چٹان سے باندھ دیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس جزیرے میں سوائے ایک بلند پہاڑ کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس پہاڑ کے اوپر محل تھا جس کی دیواریں پتھر کی تھیں اور برجیوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ محل میں بھی صرف اوپر والی چھت کی

کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔ باقی سارے محل میں کہیں روشنی نہیں تھی۔

رات کا اندھیرا اس پہاڑی جزیرے پر گہرا ہو رہا تھا یہاں سمندر کی موجوں کا بہت شور تھا۔ کیونکہ وہ سمندر سے اٹھ کر ساحلی چٹانوں سے ٹکراتی تھیں اور جھاگ اڑاتی واپس چلی جاتی تھیں۔ ٹکراتی لہروں کے چھینٹے عنبر تک پہنچ رہے تھے۔ آسیبی جہاز پیچھے سمندر میں اکیلا کھڑا ڈول رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ بھی تھی کہ لنگر نہ ہونے کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑا لہروں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُسے کسی طلسم یا آسیب نے جکڑ رکھا ہو۔

عنبر محل کی طرف دیکھا۔ محل پہاڑ کی چوٹی پر کافی اوپر جا کر بنا ہوا تھا۔ خدا جانے اسے کس نے بنایا تھا اور بنانے والے اب وہاں تھے بھی کہ نہیں۔ لیکن وہاں کوئی نہ کوئی رہتا ضرور تھا۔ اس لئے کہ محل سے آسیبی جہاز کو باقاعدہ سگنل دیئے گئے تھے۔ پہاڑ کی ایک طرف پتھروں کا بنا ہوا ایک تنگ زینہ اوپر جا رہا تھا۔ عنبر نے زینہ چڑھنا شروع کیا۔ یہ زینہ پہاڑ کے اردگرد ہو کر اوپر جاتا تھا۔ پہاڑ کی دوسری جانب بھی سمندر ہی تھا جو رات کے پہلے اندھیرے میں سیاہی مائل سا دکھائی دے رہا تھا اور اس کی موجیں پہاڑ کے ساتھ پھیلی ہوئی چٹانوں سے ٹکرا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں۔

عنبر پتھر کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ سیڑھیوں کے پتھر ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ اُن کی دراڑوں کے درمیان گھاس اُگ آئی تھی۔ زینے کی ایک جانب سیاہ کالے پہاڑ کی اونچی دیوار تھی اور دوسری جانب گہرا سمندر تھا۔ عنبر بے خوف ہو کر اوپر چلا جا رہا تھا۔ وہ آسیبی جہاز، محل اور عمارہ کی گمشدگی کے راز کو حل کرنا چاہتا تھا۔ چاہے اس کے لئے اُسے کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ عنبر اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس کر رہا تھا۔

پہاڑ کے تین چکر لگانے کے بعد زینہ سیدھا ہو گیا اور دُور اوپر پہاڑ کی چوٹی پر محل کا محرابی دروازہ دکھائی دینے لگا جو رات کے اندھیرے میں بھی پھیکا پھیکا سا دکھائی دے رہا تھا۔ عنبر پُراسرار محل کے دروازے کے سامنے جا کر رُک گیا دروازہ بند تھا۔ محراب پر جنگلی بیل کی گھنی شاخوں نے سایہ کر رکھا تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے روشنی بہت کم تھی۔ عنبر نے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ دروازہ اندر سے بڑی سختی سے بند تھا۔

محل کی دیوار سیدھی اوپر کو چلی گئی تھی اور دوسری منزل پر کافی اوپر جا کر دو کھڑکیاں تھیں جو بند تھیں اور وہاں

اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ان کھڑکیوں میں سے بھی اندر نہیں جایا جا سکتا تھا۔ محل کی پچھلی دیوار کے نیچے اتنی گہری کھائی تھی کہ وہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اندھیرے میں سمندر کی طوفانی موجیں دور نیچے پتھروں سے ٹکرا کر بھیانک شور پیدا کر رہی تھیں۔

آسمان پر ایک جگہ سے بادل پھٹ گئے اور چاند نکل آیا۔ چاند کی پُراسرار زرد روشنی میں سمندر میں کھڑا آسیبی جہاز صاف دکھائی دینے لگا۔ عنبر کی نگاہ جہاز کی طرف گئی تو اس نے دیکھا کہ ایک کشتی ساحل کی طرف چلی آ رہی ہے۔ چاندنی میں اس کشتی میں بیٹھے چار انسانوں کے سائے نظر آ رہے تھے دو کشتی چلا رہے تھے اور دو کشتی میں کوئی صندوق رکھے خاموش بیٹھے تھے۔

یہ آدمی جہاز میں کہاں سے نکل آئے ہے جہاز تو بالکل خالی تھا۔ عنبر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کشتی کو ساحل کی طرف آتے دیکھ رہا تھا۔ کشتی کنارے پر آ کر لگ گئی۔ چاروں آدمیوں نے لمبوترا صندوق جو مُردہ رکھنے والے تابوت کی طرح تھا اٹھایا اور پہاڑ کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ یہ لوگ اوپر محل پر آ رہے تھے۔ عنبر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا اور اُن لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔ پہاڑ کا پورا چکر کاٹ کر وہ چاروں آدمی محل کے دروازے پر آ کر رُک گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاندنی میں عنبر نے دیکھا کہ ان چاروں نے لمبے سیاہ چغے پہن رکھے تھے۔ سروں پر نوکدار سیاہ ٹوپیاں تھیں آنکھوں پر سیاہ نقاب تھے اور کمر کے ساتھ تلواریں لٹک رہی تھیں دروازے کے پاس آ کر انہوں نے مُردے کا تابوت زمین پر رکھ دیا۔ ایک نقاب پوش آگے بڑھا۔ دروازے میں ایک جگہ ہاتھ ڈال کر اُس نے کسی شے کو اپنی طرف کھینچا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ یہ چاروں نقاب پوش تابوت کندھوں پر اٹھا کر دروازے میں داخل ہو گئے۔ ان کے اندر جاتے ہی دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔

عنبر سوچنے لگا کہ اس تابوت میں کس کی لاش تھی؟ یہ لوگ محل میں کیا کرتے ہیں؟ یہ لاش کس لئے اوپر لے جا رہے ہیں عنبر پتھر کی اوٹ سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے پوری طاقت سے اس پر تلوار کا وار کیا۔ یہ وار کھوپڑی کو دو ٹکڑے کر دینے والا تھا۔ مگر تلوار عنبر کی فولادی کھوپڑی سے لگ کر ٹوٹ گئی۔

عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک نقاب پوش آدھی تلوار ہاتھ میں تھامے کھڑا تھا۔ اور یقیناً حیران ہو رہا تھا کہ عنبر تلوار کا اس قدر بھرپور وار کھانے کے بعد زندہ کیسے بچ گیا۔ عنبر اس نقاب پوش کو مارنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس سے خفیہ محل کا راز

معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کیا کرتے ہو؟"

نقاب پوش نے ٹوٹی ہوئی تلوار سے ہی ایک اور زبردست وار کیا۔ اس بار تلوار عنبر کے پیٹ میں گھونپنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا۔ تلوار نقاب پوش کے ہاتھ سے ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔ جب اس نے اپنے دونوں وار خالی جاتے دیکھے تو اپنے لمبے چغے کی جیب سے ایک لکڑی نکال کر اس پر پھونکا اور عنبر پر پھینکی۔ لکڑی سانپ بن کر عنبر کی گردن پر گری اور سانپ نے عنبر کے اوپر والے ہونٹ پر ڈس دیا۔ عنبر نے سانپ کو پکڑ کر کچل ڈالا۔

نقاب پوش نے جیب سے ایک پتھر کا پتلا نکال کر عنبر کے آگے پھینکا۔ پتھر کا پتلا بڑا ہوتے ہوتے ایک خوفناک شکل والا بھوت بن گیا۔ بھوت کے چار ہاتھ اور چار سر تھے۔ اُس نے فولادی عنبر کو دبوچ لیا۔ عنبر بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ بھوت نے عنبر کی گردن کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی آنکھیں نکال کر ...نے کی کوشش کی۔ لیکن عنبر نے ایک جھٹکے سے بھوت کا ایک سر اس کی گردن سے الگ کر دیا۔ پھر دوسرے جھٹکے سے دوسرا اور پھر تیسرا سر گردن سے توڑ کر نیچے پھینک دیا بھوت کا چوتھا سر اپنے آپ مردہ ہو کر لٹک گیا اور بھوت چھوٹا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوتے ہوئے زمین کے اندر دھنس گیا۔ نقاب پوش جادوگر پریشان ہو کر ایک طرف کو بھاگا۔ عنبر نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ بجلی ایسی تیزی سے اس کے نیچے سے نکل کر محل کی پچھلی دیوار کی طرف دوڑا۔

عنبر اس کے پیچھے بھاگا۔ نقاب پوش کو اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا مقابلہ کسی بہت بڑے جادوگر سے ہے۔ آگے جا کر پہاڑ ختم ہو گیا تھا اور نیچے سمندر اور چٹانیں تھیں۔ نقاب پوش نے عنبر کو اپنے پیچھے آتا دیکھا تو نیچے چھلانگ لگا دی۔ چھلانگ لگاتے ہی نقاب پوش کے جیسے سیاہ بڑے بڑے پر نکل آئے اور وہ بہت بڑے چمگادڑ کی طرح ہوا میں تیرتا ہوا سمندر کے اوپر جا کر غائب ہو گیا۔ عنبر یہ حیرت انگیز منظر دیکھتا رہ گیا۔

چاند پھر بادلوں کی اوٹ میں آ گیا تھا اور سمندر کے اوپر چاروں طرف اندھیرے کی ہلکی سیاہ چادر پھیل گئی تھی عنبر اب محل میں جا کر یہ پتہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ کہیں اس تابوت میں عمارہ کی لاش تو نہیں تھی۔ اُسے شک تھا کہ ان نقاب پوش جادوگروں نے کہیں عمارہ کو مار کر یا بے ہوش کر کے تابوت میں نہ ڈال رکھا ہو۔ وہ محل کے دروازے کی جانب بڑھا ——————

اس نے وہ جگہ تلاش کر لی جس میں ہاتھ ڈال کر نقاب پوش نے دروازے کو کھولا تھا۔ یہاں ایک لوہے کی چھوٹی سی ہتھی لگی تھی۔ عنبر نے ہتھی کو اپنی طرف کھینچا تو دروازے کا ایک پٹ آہستہ آہستہ کھل گیا۔

عنبر ایک طرف ہو گیا تھا۔ اس نے سر آگے کر کے دروازے کے اندر دیکھا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ خاموشی تھی سوائے سمندر کی لہروں کے وہاں اور کوئی آواز نہیں تھی۔ عنبر دروازے کے اندر آ گیا۔ یہاں اندر سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی جس میں نمی کی بُو تھی۔

اندھیرے میں عنبر کو کچھ کچھ دکھائی دینے لگا تھا۔ سامنے ایک لمبی ڈیوڑھی تھی جس کی دونوں جانب کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں جن کے دروازے بند تھے۔ عنبر دروازے سے گذر کر ڈیوڑھی میں آیا تو اس کے پیچھے دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ یہ کوئی جادو کا محل لگتا تھا جس میں آسیبی روحیں جادوگروں کی قید میں تھیں۔ عنبر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھا۔ ڈیوڑھی سے آگے ایک تنگ گلی آ گئی یہ دائیں جانب مڑ گئی اور عنبر کو اوپر ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایسی تھی جیسے کسی جگہ آگ جل رہی ہو۔ گلی کا فرش اونچا ہوتا گیا۔ جیسے وہ کسی گھاٹی کی چڑھائی چڑھ رہا ہو۔

روشنی ایک گول سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر ایک گول کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک پتھر کے بڑے پیالے میں آگ جل رہی تھی۔ اس کے اردگرد چھ سات نقاب پوش خاموش کھڑے تھے۔ ان کے پاؤں کے قریب چبوترے پر وہی تابوت رکھا تھا جس کے اندر عنبر کے خیال میں عمارہ کی لاش تھی یا وہ بیہوش پڑی تھی۔ نقاب پوشوں نے بھاری آواز میں جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ منتروں کی آواز کے ساتھ ہی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور ان نقاب پوش جادوگروں کا سردار بڑا جادوگر نمودار ہوا۔

جادوگروں کے سردار کے سر پر کالے رنگ کا تاج تھا جس کے اوپر ایک زندہ سانپ پھن اٹھائے بیٹھا تھا۔ اس کے آتے ہی دوسرے نقاب پوش پرے پرے ہٹ گئے۔ سردار جادوگر نے تابوت پر دونوں ہاتھ رکھ کر کوئی منتر پڑھا۔ پھر اس کے ڈھکنے کو کھول دیا۔ عنبر یہ سب کچھ حیرت سے تک رہا تھا۔ تابوت میں سے واقعی عمارہ لیٹی لیٹی اوپر اٹھنے لگی۔ تابوت سے اوپر کوئی پانچ فٹ بلند ہو کر اُس کا ہوا میں لیٹا ہوا بے ہوش یا مردہ جسم رُک گیا۔ نقاب پوش جادوگر سردار نے کوئی شے آگ میں ڈالی۔ نیلے رنگ کا ایک شعلہ بلند ہو کر بجھ گیا۔ کمرے میں لوبان کا دھواں پھیل گیا۔ اس کی تیز بُو عنبر نے بھی

محسوس کی۔

خدا جانے یہ جادوگر عمارہ کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے عنبر نے سوچا کہ وہ چھلانگ لگا کر ان خبیث جادوگروں کے درمیان پہنچ جائے اور عمارہ کو ان کے پنجوں سے چھڑا لائے۔ پھر خیال آیا کہ اسی طرح عمارہ کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے اُسے تو یہ لوگ کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر ہو سکتا ہے کہ عمارہ کو اپنے جادو سے ہلاک کر دیں۔ وہ وہیں سوراخ کے ساتھ لگا ان جادوگروں کو تکتا رہا۔

سردار جادوگر نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔

ایک نقاب پوش لپک کر ایک طرف گیا اور دیوار کے ساتھ رکھے صندوق میں سے ایک انسان کا کٹا ہوا سر لے کر واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ یہ کٹا ہوا سر کسی سمندری جہاز کے ملاح کا لگتا تھا۔ اس کے کانوں میں تانبے کی مندرانیں تھیں اور مونچھیں بحری لٹیروں ایسی تھیں۔ ہو سکتا ہے آسیبی جہاز کے سارے ملاحوں کو انہی جادوگروں نے ہلاک کر دیا ہو۔ عنبر یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سردار جادوگر نے بحری لٹیرا کا کٹا ہوا سر ہاتھ میں لے کر اُسے آگ پر رکھ دیا۔ انسانی بال اور کھال جلنے کی بُو اٹھی۔ جب انسانی سر بالکل جل کر کوئلہ ہو گیا تو سردار جادوگر نے اُسے ایک سلاخ کی مدد سے آگ سے باہر نکالا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور عمارہ کے بے ہوش جسم کے اوپر لاکر منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔

جادو کے منتروں کی آواز کے ساتھ عمارہ کے جسم نے ہلنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ سخت سردی میں کانپ رہا ہو۔ جادوگر سردار بُھنا ہوا انسانی سر اسی طرح سلاخ میں لٹکائے کھڑا منتر پڑھتا رہا۔ جب عمارہ کے جسم نے کانپنا بند کر دیا تو جادوگر نے انسانی سر پیالے کی آگ میں ڈال دیا۔ جس نے اسی وقت آگ پکڑ لی اور کھوپڑی کی ہڈی چٹخ چٹخ کا جلنے لگی۔

جادوگر سردار نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر عمارہ کے جسم کی طرف اپنی لمبی لمبی انگلیوں کا اشارہ کیا۔ عمارہ کا بے ہوش اکڑا ہوا فضا میں لٹکتا جسم آہستہ آہستہ نیچے آنا شروع ہو گیا اور پھر وہ اپنے آپ تابوت میں چلا گیا۔ سردار جادوگر نے تابوت بند کر دیا اور اپنی بھاری سوئی ہوئی آواز میں بولا۔

"تابوت کو تہہ خانے میں لے جاؤ۔ دس روز بعد پورا چاند آدھی رات کو سمندر سے نکلے گا۔ اُس رات اس عورت کی گردن کاٹ کر آگ میں ڈال دی جائے گی اور پھر ہم سب غیر فانی ہو جائیں گے پھر ہم کبھی نہ مر سکیں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔"

اس اعلان پر باقی نقاب پوشوں نے ہاتھ بلند کر کے نعرے

لگائے اور چار نقاب پوش عمارہ کا تابوت کندھوں پر رکھ کر دیوار کے ساتھ والی سیڑھیاں چڑھ کر اس سوراخ کی طرف بڑھے جہاں عنبر چھپ کر کھڑا یہ بھیانک جادو کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ عنبر جلدی سے پیچھے ہٹ کر اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور ڈاکو

نقاب پوش تابوت لے کر سُرنگ میں اُتر گئے۔

عنبر ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ سرنگ میں اندھیرا تھا۔ ایک موڑ پر مشعل روشن تھی۔ اس کی روشنی میں نقاب پوش جادوگروں نے دیوار کے آگے تابوت رکھ دیا۔ سامنے لوہے کا دروازہ تھا جس پر بڑا مضبوط اور پرانا تالا پڑا تھا۔ ایک نقاب پوش نے تالے پر انگلی رکھ کر کوئی جادو کا منتر پڑھ کر پھونکا۔ تالا اپنے آپ کھل گیا۔ وہ نقاب پوش جادوگر وہیں کھڑا رہا۔ باقی نقاب پوش عمارہ کا تابوت لے کر اندر چلے گئے۔ انہوں نے تابوت اندھیری کوٹھڑی میں لے جا کر رکھ دیا۔ باہر آئے تو نقاب پوش جادوگر نے ویسے ہی تالا پھر سے لگا دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر چاروں جادوگر ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ چلتے سُرنگ کے موڑ مڑ کر غائب ہو گئے۔ جب عنبر کو یقین ہو گیا کہ نقاب پوش وہاں سے کافی دور چلے گئے ہیں تو وہ دیوار کی اوٹ سے نکل کر بند دروازے کے پاس آیا۔ اُس نے تالے پر

ہاتھ رکھا اور پھر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ تالا کھل گیا۔ عنبر دروازے کو تھوڑا سا کھول کر کوٹھڑی میں آ گیا۔ اندر گھُپ اندھیرا تھا اُسے یہاں وہی خُرخُرانے اور کسی درندے کے سانس لینے کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ وہ اندھیرے میں ہی دیوار کے ساتھ لگ کر ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے لگا۔ یہ کوٹھڑی نہیں بلکہ ایک اور سُرنگ تھی اور نقاب پوشوں نے اس سُرنگ کے آخر میں جا کر ایک چبوترے پر عمارہ کا تابوت رکھا تھا۔ عنبر پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

اچانک اندھیرے میں اس کا پاؤں ایک خالی جگہ پر پڑا اور وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ یہ ایک گہرا خشک اندھا کنواں تھا جس میں اوپر کو اٹھے ہوئے نیزے اور تلواریں لگی تھیں۔ عنبر اُن نیزوں اور تلواروں کے اوپر جا کر گرا۔ اگر وہ عنبر نہ ہوتا تو اس کا جسم اُن تلواروں اور نیزوں نے چھلنی کر دیا ہوتا۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اُلٹا اس کے گرنے سے نیزے اور تلواریں ٹوٹ گئیں۔ جیسے اُن پر کوئی بھاری پتھر گرا ہو۔

عنبر نے اندھیرے میں ٹٹولا۔ وہ ایک چھوٹے سے مگر بڑے گہرے کنوئیں میں قید ہو چکا تھا۔ کنوئیں کی گول دیوار رگڑے ہوئے پتھر کی تھی جس کی وجہ سے وہ اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا عنبر کو دنیا کا کوئی ہتھیار ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گہرے کنوئیں میں گر پڑے تو رسّی یا سیڑھی کے بغیر اوپر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ پھر وہ عام انسانوں کی طرح بے بس ہو جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اُسے کھویا ہُوا تعویذ بہت یاد آتا۔

اس وقت بھی عنبر بے بس ہو گیا تھا۔ وہ کسی کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔ عمارہ اس کے اوپر ذرا فاصلے پر ایک تابوت میں بند پڑی تھی۔ وہ ایک دوسرے کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے عنبر نے اس وقت ناگ اور ماریا کو یاد کیا۔ اگر کسی طرح اُن میں سے کوئی وہاں آجاتا تو اسے کنوئیں کی مصیبت سے رہائی دلا سکتا تھا۔ وگرنہ کوئی خبر نہ تھی کہ عنبر کو کب تک اسی اندھے کنوئیں میں رہنا پڑے۔

٭ ٭ ٭

دوسری طرف ذرا ناگ اور ماریا کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ ناگ اور ماریا پیرس کے ایک ہوٹل میں آمنے سامنے والے کمرے میں رہتے تھے اور شہر میں دن بھر عنبر کی تلاش میں پھرتے رہتے کہ شاید وہ انہیں کسی جگہ مل جائے۔ جب دونوں عنبر کو تلاش کرتے کرتے تھک گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ عنبر پیرس میں نہیں ہے تو انہوں نے شہر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

"اب ہمیں کس طرف جانا چاہیئے؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اُندلس کے ملک کی طرف جانا چاہیے۔ کیونکہ میں نے عنبر کی زبانی ایک بار سُنا تھا کہ وہ مسلمانوں کے اندلس اور آج کے سپین کی سیر کرنا چاہتا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو اور اُندلس کی سیر کا اُسے خیال بھی نہ رہا ہو۔"

"ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر تمہارا مشورہ کیا ہے؟" ناگ نے ماریا سے پوچھا۔

ماریا اس وقت ناگ کے کمرے میں ہی تھی۔ ناگ صوفے پر بیٹھا چائے پی رہا تھا اور ماریا پلنگ پر بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا جو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا۔

"کیا خیال ہے اگر ہم سپین ہی کی طرف نکل چلیں تو اچھا نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے عنبر اپنی مصیبت سے نکل کر اسی ملک کی طرف سفر کر رہا ہو۔"

ناگ نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس طرح کم از کم ہم یہاں بیٹھ کر وقت ضائع کرنے سے تو بچ جائیں گے۔ کیونکہ عنبر زیادہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیر مصیبت میں پھنسنے والی چیز نہیں ہے۔"

ماریا ہنس پڑی۔

"مصیبت تو اس سے کوسوں دُور بھاگتی ہے۔"

اتنے میں بیرا ناگ کے کمرے میں داخل ہوا۔ بیرا خوف بھری نظروں سے کمرے میں دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک عورت کی آواز سُنی تھی۔ یہ ماریا کی آواز تھی جو اُس کمرے میں موجود تھی مگر کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ ہوٹل کا بیرا کیا شے دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ اس نے بیرے کی طرف چٹکی بجا کر پوچھا۔

"اِدھر اُدھر کیا ڈھونڈھ رہے ہو؟ کیا تمہاری کوئی شے گم ہو گئی ہے؟"

"نہیں تو سر! کوئی شے گم نہیں ہوئی۔ ویسے ہی دیکھ رہا تھا۔ کھانا کس وقت کھائیں گے سر؟"

ہوٹل کا بیرا گول میز کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ اس میز کے پاس ہی پلنگ پر ماریا دودھ کا گلاس لئے بیٹھی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے تھوڑی دیر تک لے آنا کھانا۔"

بیرے نے ہنس کر کہا۔

"سر! آج ہم نے ایک جاپانی ڈش بھی بنائی ہے وہ لے آؤں؟"

"کونسی ڈش ہے وہ؟"

بیرا بولا۔ "سر! سانپ اُبالے ہیں۔"

ناگ ایکدم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ غصّے سے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ خود ایک سانپ تھا اور اپنے بھائیوں کا ہوٹل میں سوپ بنتے اور اُبلتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بیرا ڈر کر سہم گیا۔ مگر ناگ نے بیرے کو کچھ نہ کہا۔ اپنے غصّے پر قابو پا لیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آئندہ خبردار جو میرے سامنے اُبلے ہوئے سانپوں کا ذکر کیا۔"

بیرے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"سر! ایک موٹا جرمن کپتان ہوٹل میں ٹھہرا ہے وہ سانپوں کا گوشت بڑے شوق سے کھاتا ہے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"کون سے کمرے میں ٹھہرا ہے وہ؟"

"سر! سترہ نمبر ہیں۔"

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو۔"

بیرے کو بھی پتہ تھا کہ ان آمنے سامنے والے دونوں کمروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں ایک بھوت رہتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی سہما سہما اندر آیا کرتا تھا
وہ جانے لگا تو ماریا کو شرارت سوجھی۔ اس نے بیرے کے
آگے آکر اس کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"اور کیا حال ہے تمہارا مسٹر بیرا؟"
بیرا چیخ مار کر کمرے سے بھاگ گیا۔ ماریا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی
ناگ نے کہا۔
"بے چارہ پہلے ہی ڈرا ہوا تھا۔ اب تو وہ کبھی ہمارے
کمرے میں نہیں آئے گا۔"
ماریا بولی: "نہ آئے ہم بھی تو شام تک یہ ہوٹل چھوڑنے
والے ہیں۔"
ناگ نے کہا: "اندلس کو جانے والے سمندری جہاز کا پتہ
کرنا پڑے گا پہلے۔"
"میرا خیال ہے پیرس کی بندرگاہ مارسیلز سے
سپین کو ہر دوسرے تیسرے روز جہاز جاتا ہے وہاں
چل کر معلوم کر لیں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے
ہم دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہی یہاں سے مارسیلز
شہر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"
دوپہر کا کھانا ماریا اور ناگ نے مل کر بند کمرے میں کھایا۔

اس کے بعد ناگ نے کہا۔
"میں نیچے جا کر ہوٹل کا بل ادا کر آؤں اور ساتھ ہی
ذرا اس موٹے جرمن کپتان کی بھی خبر لیتا آؤں،
جسے سانپوں کا گوشت بہت پسند ہے۔"
ماریا نے پوچھا۔ "کیا سلوک کرو گے اس کے ساتھ؟"
ناگ بولا۔
"ایسا سلوک کروں گا کہ آئندہ وہ سانپ کھانے کی
جرأت نہیں کرے گا۔"
ناگ کمرے سے نکل گیا۔ ماریا غسل خانے میں نہانے اور
کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ ناگ نے ہوٹل کے منیجر کے پاس آکر
بل کی رقم ادا کیا۔ منیجر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ دونوں آسیبی
کمرے خالی ہو رہے تھے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس نوجوان ناگ
کی وجہ سے ہی سامنے والے کمرے میں بھی کوئی بھوت آباد ہے
ناگ نے کہا۔
"میری وجہ سے اگر آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہو
تو میں معذرت چاہوں گا۔"
منیجر نے بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
"جی نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بالکل تکلیف
نہیں ہوئی۔ ہی ہی ہی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہی ہی ہی ہی"

ناگ نے بھی ویسے ہی ہنسی کا جواب دیا اور اوپر والی منزل میں آکر سترہ نمبر کمرے کے باہر رُک گیا۔ اس کمرے میں سانپوں کے گوشت کا شوقین موٹا جرمن کپتان ٹھہرا ہوا تھا ناگ نے کمرے کی گھنٹی بجائی۔ بھاری بھرکم موٹا بھدا بڑی بڑی مونچھوں والا جرمن کپتان اُبلے ہوئے چار پانچ سانپوں کو مزے لے لے کر کھاتے کے بعد رومال سے اپنی مونچھیں صاف کر رہا تھا۔ گھنٹی کی آواز سُن کر وہ غرایا۔

"کون ہے؟ اندر آجاؤ احمق آدمی"

ناگ دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ موٹے کپتان نے لال لال آنکھیں اٹھا کر اپنے سامنے ایک سوٹ بوٹ والے پتلے دبلے نوجوان کو دیکھا تو اس نے بے پروائی اور غصّے سے پوچھا۔

"کس کو تلاش کرتے پھر رہے ہو الو کی دم"

ناگ کو غصّہ تو بڑا آیا۔ مگر وہ پی گیا۔ بڑے ادب سے قریب آکر بولا

"جناب میں اپنے بھائیوں کی تلاش میں آپ کے پاس آیا ہوں"

"تمہارے بھائیوں کا میرے ساتھ کیا واسطہ ہے"

موٹے کپتان نے کرخت آواز میں پوچھا۔ ناگ نے اسی ادب سے کہا۔

"جناب! آپ نے میرے بھائیوں کو ابھی ابھی کھایا ہے"

"کیا مطلب؟"

موٹا جرمن کپتان اپنی کرسی پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ناگ کو کوئی پاگل نوجوان سمجھنے لگا جو ہوٹل والوں کی نظر بچا کر اندر آگیا تھا۔ اس نے ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نوجوان! میں جانتا ہوں تم پیرس کے سب سے بڑے پاگل خانے سے بھاگ کر یہاں آگئے ہو۔ لیکن یقین کرو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ میرے کمرے سے نکل کر چپ چاپ واپس پاگل خانے چلے جاؤ"

ناگ نے کہا۔

"جناب! آپ کی ہمدردی کا شکریہ مگر آپ نے ابھی ابھی کھانے میں کیا کھایا ہے؟"

موٹا جرمن اس "پاگل" کی باتوں سے اب خوش ہو رہا تھا مسکرا کر کرسی پر بیٹھ گیا اور دانتوں میں خلال کرتے ہوئے بولا۔

"الو کی دم! میں نے تو ابھی ابھی چار سانپ کھائے ہیں جو خاص طور پر میرے لئے اُبالے گئے تھے"

ناگ نے کہا۔

"جناب! وہی چار سانپ میرے بھائی تھے۔ آپ نے انہیں کھا لیا۔ میں آپ سے اپنے بھائیوں کا بدلہ لینے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آیا ہوں؟"

موٹا جرمن اب پوری طرح سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی پاگل ہے۔ اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اچھا! تو وہ سانپ تمہارے بھائی تھے؟"

ناگ بولا۔ "ہاں جناب!"

"تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟" موٹے جرمن نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں جناب کہ آپ مجھے بھی اُبال کر کھا جائیں۔"

"کیا تم سانپ ہو؟" موٹے جرمن نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

ناگ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"ہاں جناب! میں سانپ ہوں۔"

اس پر موٹے جرمن نے زوردار قہقہہ لگایا اور اس کی توند کرسی پر ہلنے لگی۔ بولا۔

"اچھا تو پھر سانپ بن جاؤ۔ میں تمہیں بھی اُبال کر کھا جاؤں گا۔"

"ابھی بن جاتا ہوں جناب۔"

ناگ نے اتنا کہا۔ آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور سیاہ رنگ کا بڑے پھن والا سانپ بن گیا۔ موٹا جرمن اپنی کرسی پر سُن ہو کر رہ گیا۔ اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی

تھی۔ جو کچھ اس نے دیکھا تھا اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر ایک کالا ناگ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس کی گردن میز سے تین فٹ بلند تھی اور وہ پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔ اور اپنی لال لال آنکھوں سے زبان نکال نکال کر گھور رہا تھا۔ موٹے جرمن کا تو سارا خون خشک ہو چکا تھا۔ ایک تو اس کے سامنے زندہ انسان سانپ بن گیا تھا۔ دوسرے ایک زہریلا سانپ اس کی طرف پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

موٹا جرمن اٹھ کر بھاگنے ہی والا تھا کہ سانپ اُچھل کر اس کی گردن میں لپٹ گیا۔ سانپ کا پھن موٹے جرمن کی آنکھوں کے بالکل سامنے تھا۔ اسے کالے ناگ کی سیاہ مونچھوں کے خوفناک بال بھی صاف نظر آرہے تھے۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ ناگ اُسے باقی سانپ کھانے کے لئے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ سانپ نے بڑے آرام سے اپنا منہ کانپتے ہوئے جرمن کے ماتھے پر لے جا کر زور سے ڈس دیا۔

موٹے جرمن کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ سانپ اس کی گردن سے اتر کر فرش کے قالین پر آیا اور پھر گم ہو گیا کمرے میں لوگ جمع ہو گئے۔ موٹے جرمن کی زبان بند ہو چکی تھی۔ زہر بے حد خطرناک تھا۔ اس کا سفید رنگ نیلا پڑ چکا تھا اور منہ ناک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور کانوں سے خون جاری ہو گیا تھا۔ وہ ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کر رہا تھا مگر اُدھر کچھ بھی نہیں تھا۔ سانپ ایک بار پھر ناگ کی شکل میں آکر وہاں سے اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ ماریا نے ناگ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔

"میرا خیال ہے موٹا جرمن کپتان کبھی سانپ نہیں کھائے گا۔"

ناگ نے کہا۔

"میں نے اُسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ وہ آئندہ کوئی سانپ کھا سکے۔"

تیسرے پہر کے قریب ناگ اور ماریا نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ پیرس کی ایک کارواں سرائے سے وہ بند بگھی میں سوار ہوئے اور ساری رات سفر کرنے کے بعد دوسرے روز مارسیلز پہنچ گئے۔ یہاں ایک بہت بڑی بندرگاہ تھی جہاں سے سمندری بادبانی جہاز روم مصر اور سپین کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ یہاں بھی ناگ نے ایک پرانی قسم کے ہوٹل میں کمرہ کرائے پر لے لیا۔ ماریا کو اس کمرے میں ٹھہرنے کو کہا اور خود جہاز کا پتہ کرنے بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ شہر فرانس کے پرانے شہروں کی طرح تھا زیادہ آبادی نہیں تھی۔ مگر بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ لوگ انیسویں صدی کے لباس میں چل پھر رہے تھے۔ عورتوں نے پھولے ہوئے فراک پہنے تھے اور رنگ

برنگی چھتریاں کھول رکھی تھیں۔

بندرگاہ پر بھی بڑی چہل پہل تھی۔ کئی بادبانی جہاز بندرگاہ میں کھڑے تھے۔ ناگ نے فرانسیسی زبان میں ایک آدمی سے پوچھا کہ سپین کی جانب جہاز کب روانہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ تین روز بعد ایک مسافر جہاز سپین جانے والا ہے۔ اس کے ٹکٹ پہلے ہی بک رہے تھے۔ ناگ نے فسٹ کلاس میں ایک کیبن اپنے نام سے بک کروا لیا اور ماریا کو آکر خبر کر دی۔

وہ تین دن انہوں نے مارسیلز شہر کی سیر و سیاحت میں گذار دیئے۔ یہاں پیرس کے مقابلے میں موسم بڑا خوش گوار تھا اور دھوپ بھی خوب چمکتی تھی۔ چوتھے روز ناگ اور ماریا بندرگاہ پر آگئے۔ ایک بڑا جہاز سپین جانے کو تیار کھڑا تھا۔ اس کے سفید اور سرخ بادبان مستولوں کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے مسافر سیڑھیاں چڑھ کر جہاز میں سوار ہو رہے تھے۔ دوسری طرف سے مزدور ان کا سامان جہاز پر لاد رہے تھے۔ ناگ اور ماریا کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ بس ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس تھا جس میں ضرورت کی چند ایک چیزیں تھیں۔

جہاز کے ڈیک یعنی عرشے سے اوپر والی منزل پر فسٹ کلاس کے صرف چار کیبن تھے۔ ان میں سے ایک کیبن ناگ کے نام بک تھا۔ ناگ کیبن میں آگیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ اس کی ٹکٹ لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ تو کسی کو دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔ چھوٹا سا کیبن بڑا خوبصورت تھا پلنگ میز کرسی اور دیوار کے ساتھ آئینہ لگا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"تم پلنگ پر سویا کرنا۔ میں قالین پر سو جایا کروں گا۔"

"ناگ بھائی میرے لئے تم کیوں تکلیف کرو گے۔ میں تو باہر عرشے پر بھی جا کر سو سکتی ہوں۔"

"نہیں ماریا بہن! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری بہن باہر سو رہی ہو۔ تم آرام سے پلنگ پر سونا میرا کیا ہے میں تو سانپ بن کر جہاز کی چھت پر چڑھ کر بھی سو جایا کروں گا۔"

جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے۔ لنگر اٹھا دیا گیا۔ کپتان کے حکم سے سیڑھی پہلے ہی اوپر کھینچ دی گئی تھی۔ جہاز نے دو تین بار بھونپو سے وسل بجائے اور وہ سمندر میں روانہ ہو گیا۔ سارا دن ساری رات جہاز سمندر میں بڑے سکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف چلتا رہا۔ اسی طرح تین دن سمندری سفر میں گذر گئے۔ ماریا پلنگ پر سو جاتی۔ ناگ کبھی قالین پر اور کبھی کیبن سے باہر نکل کر جہاز کی چھت پر جا کر سو جاتا۔ اس وقت وہ ایک چھوٹے سے سانپ کی شکل میں ہوتا۔

جہاز پر ناگ اور ماریا کو سفر کرتے تیسرا روز تھا۔ کہ آسمان بادلوں

سے گھر گیا اور طوفانی ہوا چلنے لگی۔ ناگ اس وقت جہاز کے عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ وہ انسانی شکل میں تھا۔ جہاز نے ڈولنا شروع کر دیا۔ ناگ نے سوچا کہ وہ نیچے ماریا کے کیبن میں چلا جائے ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ جہاز کا چنگلا طوفانی ہوا میں یک لخت ٹوٹ گیا اور ناگ جنگلے کے ساتھ ہی سمندر میں جا گرا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہو گیا کہ ناگ کو اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ پرندہ بن کر اڑ جاتا۔

ادھر سمندر میں طوفان کی وجہ سے ایک ویل مچھلی جہاز کے قریب سے ہو نکل رہی تھی۔ اتفاق سے ویل اس وقت سانس لینے کے لئے باہر نکلی ہوئی تھی۔ ناگ عین ویل مچھلی کے گلپھڑے کے سوراخ پر گرا اور اس کے اندر سے ہوتا ہوا ویل کے پیٹ میں آ گیا۔

ابھی وہ سمندر کے اوپر جہاز کی تازہ ہوا میں کھڑا تھا اور ابھی ویل مچھلی کے پیٹ میں تھا۔ یہ سارا بھیانک کھیل بس ایک منٹ کے اندر اندر شروع ہو کر ختم بھی ہو گیا۔ ناگ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ وہ ویل کے اتنے بڑے سرنگ ایسے اندھیرے پیٹ میں پہنچتے ہی نیم بے ہوش ہو گیا۔ وہ مچھلی کے معدے میں جا کر گرا تھا اور یہاں وہ معدے کی لجلجی تہہ کے پانی میں گھٹنوں تک ڈوب گیا۔ معدے کی فضا میں ایسی گیس پھیلی ہوئی تھی جس ناگ کا دم گھٹنے لگا اور اس پر بے ہوشی چھانے لگی۔ اس نے بے ہوش ہوتے ہوتے ایک گہرا سانس کھینچا اور سانپ بن کر ویل مچھلی کے معدے کی دیوار کے ساتھ چپک گیا۔ سانپ بن جانے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے اتنا ہی فائدہ ہوا کہ اس پر معدے کی تیزابی ہوا نے زیادہ اثر نہ کیا۔ کیونکہ سانپ تھوڑی سی آکسیجن کے ساتھ ہی کافی دیر تک زندہ رہ سکتا ہے۔

مگر اب ایک خطرہ تھا کہ ویل مچھلی کے معدے سے جو تیزابی رطوبت نکل رہی تھی وہ اس قدر تیز تھیں کہ ناگ کا سارا جسم گل سکتا تھا۔ معدے کی دیوار سے بھی ہلکی ہلکی رطوبت رسنے لگی تھی۔ ناگ نے معدے میں آگے کی طرف رینگنا شروع کیا۔ وہ ویل مچھلی کی پسلیوں کے بڑے ہال کمرے میں آگیا۔ یہ سچ مچ ایک گول ہال کمرہ تھا جس پر بڑی بڑی پسلیوں کی چھت پڑی تھی۔ یہاں زیادہ اندھیرا نہیں تھا۔ ناگ نے ویل مچھلی کی چربی والی کمر کا اندرونی حصہ دیکھا جو اسے ایک میدان کی طرح پھیلا ہوا دکھائی دیا۔ وہ جلدی وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

شاید ویل مچھلی کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس کے اندر کوئی شے مسلسل رینگ رہی ہے۔ وہ بار بار کھانس رہی تھی۔ ہر کھانسی کے ساتھ ہوا کا ایک بگولا سا ناگ کو اٹھا کر باہر پھینکنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ناگ پسلیوں کے درمیان ایک جگہ چمٹا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ ویل مچھلی کے منہ سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ وہاں جان کا خطرہ تھا۔ ناگ ویل کے گلپھڑے کے سوراخ سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔

اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ جہاں سے ویل نے سانس لیا تھا وہ سوراخ کس جگہ پر ہے۔ اس نے اندازہ لگا کر ویل مچھلی کی کمر کی طرف رینگنا شروع

کیا۔ ایک جگہ دور گردن کی بڑی بڑی گول ہڈیوں کے درمیان اُسے ہلکی روشنی آتی دکھائی دی۔ ناگ تیزی سے رینگتے ہوئے وہاں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ وہاں ویل کی گردن کے اوپر ایک ایسی مچھلی چمٹی ہوئی ہے۔ جس میں سے روشنی نکل رہی ہے۔ شاید یہ بجلی کی مچھلی ریل تھی۔

سامنے ویل مچھلی کا جبڑا تھا۔ جس کے اندر چھوٹے چھوٹے باریک نوکیلے تیز دانتوں کا دونوں جانب فٹ پاتھ سا بچھا تھا۔ یہاں جانے کا مطلب تھا کہ وہ پس کر رہ جائے۔ ناگ تیزی سے واپس مڑا۔ کیونکہ ویل مچھلی زور سے کھانسنے لگی تھی۔ نیچے سے ہوا کا دباؤ بڑی تیزی سے اوپر کی طرف آتا تھا۔ ناگ گلے کے اندر ایک جگہ چمٹ گیا۔ جب ویل کی کھانسی ختم ہوئی تو ناگ نے دیکھا کہ اس کے اوپر روشنی اندر آرہی ہے۔ جلدی سے اوپر گیا یہ جگہ ویل کی آنکھ تھی۔ روشنی اس کی آنکھ کے ڈیلے میں سے ہو کر نیچے اس کے دیوہیکل جسم کے اندر آرہی تھی۔ اس سے ناگ نے اندازہ لگایا کہ ویل مچھلی سمندر کے اوپر تیر رہی ہے۔ اس نے سوچا کہ ویل کی آنکھ پھوڑ کر باہر نکل جائے۔ وہ آنکھ کی طرف لپکا ہی تھا۔ کہ اس کی حرکت سے ویل مچھلی خبردار ہو گئی۔ وہ تڑپ کر پانی میں الٹی ہوئی اور پوری طاقت سے غوطہ لگا کر سمندر کے اندر چلی گئی۔ ویل کے جسم کے اندر طوفان آگیا۔ اس کے معدے میں کھائی ہوئی مچھلیاں اِدھر سے اُدھر گرنے لگیں۔ بڑی بڑی چربی والی دیواریں آگے پیچھے ہونے لگیں۔ ناگ عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے ماریا کا خیال آیا کہ رات کو جب وہ اس کے کیبن میں اُسے شب بخیر کہنے نہ گیا تو وہ پریشان ہو جائے گی۔ ناگ کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ ویل مچھلی کے زندان سے اُسے رہائی نصیب ہو۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو جائے وہ ویل مچھلی کے پیٹ سے نکل کر رہے گا۔ اس نے ویل کی گردن سے ذرا نیچے اوپر والی پسلیوں پر چڑھ کر ویل کی چربی سے بھری ہوئی دیوار کو منہ سے کھرچنا شروع کر دیا۔ پہلے تو ویل کو ذرا بھی احساس نہ ہوا۔ جب ناگ نے آدھے سے زیادہ سوراخ کر لیا تو ویل نے ایک جھرجھری سی لی اور سمندر میں اُچھلنا شروع کر دیا۔ مگر ناگ اپنے کام میں لگا رہا۔

اس نے ویل کے جسم کی دیوار میں گول سوراخ اوپر تک کر لیا اور پھر اپنا سر باہر نکالا۔ دھوپ اور تازہ ہوا میں آکر اس کی جان میں جان آئی۔ وہ ویل کے جسم کے سوراخ سے باہر نکل آیا اب وہ ویل کی کمر سے لپٹا ہوا تھا اور ویل مچھلی ایک طوفانی جہاز کی طرح بڑی زبردست رفتار سے سمندری موجوں کو چیرتی ہوئی آگے بھاگی جا رہی تھی۔ وہ کبھی پانی میں ڈوب جاتی اور کبھی پانی سے باہر آجاتی تھی۔ ناگ نے یہ موقع غنیمت جانا اور جونہی ایک بار ویل مچھلی پانی سے باہر آئی وہ سفید عقاب بن کر ہوا میں اوپر اُٹھ گیا۔

اوپر ہوا میں آتے ہی اُس نے سب سے پہلے جو شے دیکھی وہ ایک چھوٹا بادبانی جہاز تھا جو تھوڑی دور لہروں پر بھاگا جا رہا تھا۔ اس کے عرشے پر جہازی کھڑے تھے کھینچتے ہوئے شور مچا رہے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ ویل مچھلی پکڑنے والا جہاز تھا۔ اور انہوں نے ویل کی گردن میں نیزہ مار کر اسے پکڑ رکھا تھا اور رسّے کی مدد سے سمندر میں گھسیٹے لئے جا رہے تھے۔ ناگ نے اُڑتے اُڑتے مڑ کر ویل مچھلی کو دیکھا۔ اس کے جسم پر کئی ایک نیزے کھُبے ہوئے تھے۔ اور خون سے سمندر لال ہو رہا تھا۔ اب اُسے معلوم ہوا کہ ویل مچھلی جو بار بار تڑپ رہی تھی اور جھرجھری لے رہی تھی وہ اس کی وجہ سے نہیں بلکہ ان نیزوں کی وجہ سے تھی جو ویل کا شکار کرنے والے جہازی جہاز کے عرشے سے اس پر پھینک رہے تھے۔ ناگ نے اس جہاز کو چھوڑا اور سمندر میں ماریا کے جہاز کو تلاش کرنے لگا۔

ماریا کا جہاز دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا اُسے سمندر نگل گیا ہے۔ خدا جانے ویل مچھلی اُسے سمندر کے نیچے ہی نیچے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔ ناگ نے ماریا کے جہاز کی تلاش برابر جاری رکھی۔ وہ سمندر میں آگے تک نکل گیا۔ لیکن ماریا کا جہاز کہیں دکھائی نہ دیا۔ اصل میں ناگ شمال مغرب کی بجائے سمندر میں ماریا کے جہاز کو جنوب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مشرق کی طرف تلاش کر رہا تھا۔ ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے سوچا ویل پکڑنے والے جہاز پر جا کر کم از کم یہ تو معلوم کیا جائے کہ وہ کس سمندر میں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ماریا کے مسافر بردار جہاز کی سمت بتا سکیں۔

سوال یہ تھا کہ ناگ کسی شکل میں یہ معلومات ان سے جا کر حاصل کرے گا؟ پرندہ بن کر وہ اُن سے کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ اگر انسان کی شکل میں جائے تو کیا کہے گا کہ وہ کون ہے اور جہاز پر کیسے آ گیا تھا۔ شکل و صورت سے ویل مچھلی کا شکار کرنے والے گورے تھے اور ہو سکتا ہے کہ ان کا تعلق جزیرہ سائپرس کے لوگوں سے ہو۔ کیونکہ اس جزیرے کے لوگ ویل مچھلی کا شکار کر کے ان کی چربی اور تیل کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ناگ کے لئے بہر حال ویل کے شکاری جہاز پر جانا ضروری تھا۔

وہ غوطہ لگا کر واپس پلٹا۔ ویل جہاز کافی فاصلے پر تھا۔ ناگ تیر کی طرح اڑتا جہاز کے اوپر پہنچ گیا۔ جہازی ویل مچھلی کو جہاز پر لاد چکے تھے اور اب کلہاڑیوں سے اس کا جسم کاٹ کر چربی الگ کر رہے تھے۔ وہ اپنے کام میں اس قدر مصروف تھے کہ کسی کا خیال اس سفید عقاب کی طرف نہ گیا جو ان کے جہاز کے اوپر منڈلا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہاں اترے؟

آخر ناگ کو خیال آیا کہ وہ کتنی دیر تک یونہی اڑتا رہے گا۔

وہ جہاز کے ستول پر جا بیٹھا۔ یہاں اس نے ایک زرد رنگ کی چڑیا کی شکل بدلی اور پھُر سے اُڈاری مار کر جہاز کے ڈیک پر سب سے پہلے تیل کے بڑے بڑے خالی ڈرموں کے درمیان آ بیٹھا۔ اب وہ سوچنے لگا کہ کس شکل میں ظاہر ہو کر ماریا کے جہاز کے بارے میں ان لوگوں سے معلومات حاصل کر سکے۔ ناگ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وقت بھی گذرتا جا رہا تھا اور ماریا کا جہاز اور دُور ہوتا جا رہا تھا۔ ناگ کا خیال تھا کہ اُسے ماریا کے جہاز سے جُدا ہوئے ابھی صرف سات آٹھ گھنٹے ہی گذرے تھے کیونکہ وہ دن کے وقت سمندر میں ویل کے پیٹ میں گزرا تھا اور اب شام ہو رہی تھی اور سورج سمندر کے اوپر سنہری کرنیں بکھیرتا مغرب کی طرف غروب ہو رہا تھا۔

ناگ ہر حالت میں رات کو یا زیادہ سے زیادہ دوسرے روز واپس ماریا کے جہاز پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اس کو اور تو کچھ نہ سوجھی۔ بس ایک خیال ذہن میں رکھ کر اُس نے انسانی شکل بدل لی۔ وہ تیل کے خالی ڈرموں کے درمیان بیٹھا تھا۔ جہاز کے عرشے پر ڈوبتے سورج کی لالی پھیلی ہوئی تھی۔ ذرا دور جہازی ویل کے ٹکڑے کر رہے تھے۔ اس کی چربی نکال کر بڑے بڑے ڈرموں میں ڈالی جا رہی تھی۔ دو آدمی خالی ڈرم لینے اس طرف آئے جہاں ناگ چھپا ہوا تھا۔ جہازی مزے سے مذاق کرتے ہنستے مسکراتے وہاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آکر ڈرموں کو گھسیٹنے لگے۔ ایک جہازی نے خالی ڈرم پر سے کھسکایا تو حیران سا ہو کر جھک کر ناگ کو تکنے لگا۔

"ہے۔ کون ہو تم؟"

دوسرے جہازی نے بھی غور سے ناگ کو دیکھا۔

"یہ کون ہے؟"

اور پھر سارے جہاز پر شور مچ گیا کہ ایک چور پکڑا گیا ہے۔ جہازیوں نے ناگ کو چور سمجھا تھا جو ویل کی چربی چرانے سانپرس کی بندرگاہ سے کسی طرح جہاز پر سوار ہو گیا تھا۔ ناگ کو پکڑ کر اس کے ہاتھوں میں رسّی ڈال دی گئی۔ اُسے جہاز کے کیپٹن کے سامنے پیش کیا گیا۔ کیپٹن کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور وہ اطالیہ کا تجربہ کار جہاز ران تھا۔ کسی زمانے میں وہ بحری ڈاکوؤں کے ساتھ بھی رہ چکا تھا۔ اور کئی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ اس نے ناگ کی گردن کو اپنے پنجے سے دبوچ کر غرّاتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہے تو؟ کہاں سے جہاز پر چڑھا تھا؟"

ناگ کو کوئی جواب نہیں سُوجھ رہا تھا۔ اس نے یونہی کہہ دیا۔

"میں ـــــ میں بندرگاہ سے ہی چڑھ گیا تھا۔"

"ہونہہ ـــــ کیا تجھے پتہ نہیں تھا کہ میں بحری ڈاکو بھی ہوں اور میرے جہاز پر جو چوری کی نیّت سے

آتا ہے میں اسے قتل کر کے سمندر میں پھینک دیتا ہوں؟ ہیں؟ بولو! بولتے کیوں نہیں؟"

وحشی بدتمیز کپتان ناگ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ سارے جہازی ہنس رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے۔ ناگ کو اپنی زبان میں گالیاں دے رہے تھے اور کپتان سے کہہ رہے تھے "اسے ہمارے حوالے کرو ہم اس کی چربی نکال کر ڈرم میں بند کر دیں گے۔" ناگ کو غصّہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ اُس کا پارہ آہستہ آہستہ چڑھنے لگا تھا۔ اتنے میں ایک بزرگ جہازی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کپتان! اس سے یہ تو پوچھو کہ یہ کس نیّت سے ہمارے جہاز پر سوار ہوا تھا؟ مجھے تو یہ بے گناہ لگتا ہے۔ اس کی شکل چوروں ایسی نہیں ہے۔"

کپتان نے بوڑھے کے کندھے پر زور سے مکّا مارا۔ بوڑھا گر پڑا۔

"حرامی بڈھے! یہ تیرا باپ لگتا ہے۔ جو تو اس کی حمایت کر رہا ہے؟"

سارے جہازی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ ہر کوئی سوائے اس بوڑھے جہازی کے ناگ کا مذاق اڑا رہا تھا اور کپتان کو ترغیب دے رہا تھا۔ کہ اسے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ ناگ بالکل پریشان نہیں تھا۔ ہاں اسے غصّہ ضرور آ رہا تھا۔ وہ اس جہاز سے اپنی ضروری معلومات حاصل کئے بغیر جانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیکن بدتمیز کپتان باز نہیں آرہا تھا۔ اس نے خنجر اپنی چمڑے کی پیٹی میں سے نکال کر بوڑھے جہازی کی طرف پھینکا۔ اس کی قسمت اچھی تھی خنجر اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا سمندر میں جا گرا۔ کپتان اور زیادہ غصّے میں آگیا۔ اس نے حکم دیا۔

"پہلے اس بڈھے کھوسٹ کو سمندر میں دھکیل دو۔ پھر اس غدار چور کی کھال اتار دو۔"

جہازی کپتان کے اس حکم پر خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے ویل مچھلیوں پر نیزے چلا چلا کر اور ان کے جسموں کے ٹکڑے کر کر کے یہ لوگ سنگدل ہو چکے تھے۔ انہوں نے لپک کر بوڑھے جہازی کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ اور سمندر کی طرف لے چلے۔ ناگ کے دونوں ہاتھ رسّی میں بندھے تھے۔ اُسے بوڑھے جہازی کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے اُس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ وہ ان ظالموں کے ہاتھوں اس کی موت کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ خواہ کچھ ہی کرنا پڑے اس شریف بوڑھے جہازی کو ان ظالموں سے بچانا چاہیئے۔ ناگ نے یہ فیصلہ کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو ہلکا سا جھٹکا دے کر رسّی توڑ ڈالی۔

جہاز کے کپتان نے چیخ کر کہا۔

"اس حرامی کو پکڑو، اس نے رسّی تڑا لی ہے۔"

تین چار جہازی ناگ کی طرف بھاگے۔ مگر ناگ بھلا اب ان کے ہاتھ کب آنے والا تھا۔ اب تو اُن لوگوں کو اپنی اپنی جان کی خیر منانی چاہیے تھی۔ ناگ کو سب سے زیادہ فکر بوڑھے جہازی کی تھی جس کے بارے میں اُسے یقین تھا کہ وہ سمندر میں گرتے ہی مر جائے گا۔ جہازی اُسے لے کر عرشے کے جنگلے کے پاس کھڑے کپتان کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ انہوں نے ناگ کو رسّی تڑانے دیکھا۔ ناگ نے ایک گہری سانس لیا اور سفید عقاب بن کر جہاز کے عرشے سے تیر کی طرح سیدھا اوپر کو اٹھ گیا۔ جہازی اور کپتان ہکے بکے رہ گئے۔ پہلے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اس پر یقین ہی نہیں آیا۔ وہ بار بار آنکھیں جھپکا جھپکا کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک زندہ اچھا بھلا انسان ایکدم سے پرندہ بن کر اڑ جائے؟ نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ان کی نظروں کو دھوکا ہوا ہے۔ لیکن ناگ ان کے درمیان نہیں تھا۔ صرف اس کی رسّی اُن کے پیروں میں پڑی تھی۔ کپتان کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار تھے۔ وہ منہ اٹھائے سفید عقاب کو ڈوبتے سورج کی سنہری روشنی میں آسمان پر چکر لگاتے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا۔

"یہ جادوگر تھا۔ افریقہ کے جادوگر ایسا کر سکتے ہیں۔"

لیکن اس کے جہازیوں نے ایسا جادو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کپتان نے حکم دیا۔

"اس بوڑھے کو گستاخی کا مزا چکھاؤ، اسے سمندر میں گرا دو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے بھی کپتان کی آواز سن لی تھی اور اپنے تیز نظروں سے بوڑھے جہازی کو موت کی طرف جاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بجلی کی طرح غوطہ لگا کر جہاز کے عرشے پر آیا اور گرتے ہی ایک دیوہیکل پہاڑ ایسے کنگ کانگ میں بدل گیا اور اس نے چیختے چلاتے غراتے حلق سے بھیانک آوازیں نکالتے ہوئے جہازیوں کو پکڑ پکڑ کر سمندر میں پھینکنا شروع کر دیا۔ جو بچ گئے وہ نیچے کیبنوں کی طرف بھاگے کپتان سیڑھیوں کے دروازے تک پہنچ چکا تھا کہ کنگ کانگ نے ہاتھ بڑھا کر اسے ایک مینڈک کی طرح اٹھا لیا۔

ہتھیلی میں لے کر کنگ کانگ دیوہیکل گوریلے نے اُسے ہوا میں اچھال دیا۔ جہاز کا بدتمیز قاتل کپتان ہوا میں لڑھکیاں کھاتا قلابازیاں لگاتا دو تین چکر کھا کر دور ایک میل کے فاصلے پر سمندر میں جا گرا جہاں ایک ویل مچھلی منہ کھولے شاید اُسی کا انتظار کر رہی تھی۔ چنانچہ جو کپتان ویل مچھلیوں کو کاٹ کاٹ کر ان کا تیل نکالا کرتا تھا۔ آخر ایک دن ویل مچھلی کا شکار بن گیا۔ جہاز پر افراتفری مچ گئی دیکھتے دیکھتے وہاں سناٹا چھا گیا۔ صرف بوڑھا جہازی عرشے پر ایک طرف لگ کر کھڑا تھا اور سہما ہوا تھا۔

کنگ کانگ نے ایک لمبا سانس لیا اور ناگ اپنی اصلی انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے بوڑھے جہازی کو اس کی زبان میں کہا۔

"بابا! یہاں سے ایک طرف آ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ

باتیں کرنی ہیں"

بوڑھا جہازی حیرت زدہ تھا۔ ناگ نے کہا۔

"مجھ سے ڈریں نہیں بابا۔ میں آپ کا دوست ہوں۔ اس لئے میں نے ان ظالموں سے آپ کی جان بچائی ہے میرے ساتھ ادھر آ جائیں"

بوڑھے جہازی کو کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ ناگ کے ساتھ جہاز کے عقبی حصے میں آ گیا۔ یہاں بہت سے خالی اور بھرے ہوئے پیپے پڑے تھے۔ شام گہری ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ سمندر پر اندھیرا چھانے لگا تھا۔ ہوا سرد ہو رہی تھی۔ ناگ نے بوڑھے جہازی سے کہا۔

"یہ کونسا سمندر ہے اور کیا آپ نے اندلس کی طرف جاتا کوئی مسافر جہاز دیکھا ہے؟"

پہلے تو بوڑھے جہازی کی زبان ہی خوف سے بند رہی۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ کسی جن بھوت کے سامنے بیٹھا ہے۔ جب ناگ نے یہ کہا کہ اس کے پاس جادو ہے جس کی وجہ سے وہ انسان سے جو چاہے بن سکتا ہے اور یہ جادو اُس نے افریقہ کے ایک پرانے جادوگر سے سیکھا تھا تو اُسے کچھ تسلی ہوئی۔ اس کا کچھ خوف دُور ہوا۔ اس نے کہا۔

"میرے کیبن میں چلو، وہاں بات کروں گا"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جہاز ویران ہو چکا تھا۔ اوپر عرشہ خالی تھا۔ بادبان کھلے تھے اور جہاز ایک طرف اپنے آپ بہا جا رہا تھا۔ جو جہازی بھاگ کر نیچے گئے تھے انہوں نے اپنے آپ کو کیبنوں میں بند کر لیا تھا۔ بوڑھا جہازی ناگ کو ایک تنگ سے اندھیرے کیبن میں لے گیا۔ یہاں دنیا جہان کی پرانی چیزیں پڑی تھیں۔ بوڑھے نے موم بتی روشن کر کے ٹوٹی ہوئی تپائی پر رکھ دی اور کہا۔

"ہم بحیرہ روم کے سمندر میں ہیں اور دو روز پہلے ایک مسافر بردار جہاز ہم سے کوئی دو میل کے فاصلے پر سے گزرا تھا۔ یقیناً وہ اندلس کی طرف ہی جا رہا تھا۔ کیونکہ اس کا رخ اُدھر کو ہی تھا۔"

ناگ کو بس یہی معلوم کرنا تھا۔ اس نے بوڑھے جہازی سے کہا۔

"تم بتا سکتے ہو کہ اس وقت وہ جہاز یہاں سے کتنی دور اور کس سمت کو ہو گا؟"

بوڑھے جہازی نے کہا۔

"وہ جہاز میرے اندازے اور تجربے کے مطابق ہمارے جہاز سے شمال مشرق کی طرف کوئی ایک سو بیس میل کے فاصلے پر ہو گا۔ کیا تم وہاں جاؤ گے؟"

"ہاں، میری ایک بہن اس جہاز میں سفر کر رہی ہے میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ تمہارا بہت بہت

شکریہ بابا۔ اگر ممکن ہوا تو کبھی نہ کبھی زندگی کے موڑ پر ایک دوسرے سے ملاقات ضرور ہو گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"کیا تم رات کے اندھیرے میں جاؤ گے؟"

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"آپ تو جانتے ہیں کہ میں اُڑ بھی سکتا ہوں، میں اڑ کر پہنچ جاؤں گا۔"

ناگ نے بوڑھے جہازی سے ہاتھ ملایا اور کیبن سے نکل کر جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ سیڑھیوں میں اُسے ایک جہازی ملا۔ وہ ناگ کو دیکھ کر چیخ مار کر پیچھے کو بھاگا۔

"بھوت، بھوت آ گیا، پھر آ گیا۔"

ناگ ہنستا مسکراتا عرشے پر آ گیا۔ دو جہازی نیزے لے کر اس کی طرف لپکے۔ ناگ اب انہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ احمق تھے۔ ناگ نے سفید عقاب کا روپ بدلا۔ اڈاری ماری اور ہوا میں اُڑ کر شمال مشرق کی طرف پرواز شروع کر دی۔ آدھی رات تک وہ پرواز کرتا رہا۔ رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا کہ اس نے دور سمندر میں روشنی کا ایک نقطہ ٹمٹماتا دیکھا۔ اس کی طرف اُڑنے لگا۔ کافی دیر تک اڑتے رہنے کے بعد اس نے دیکھا کہ روشنی کا نقطہ اصل میں ایک چراغ ہے جو ایک بحری جہاز

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے عرشے کے آگے موٹے شیشے کے اندر روشن ہے۔ ناگ نے ماریا کے جہاز کو پہچان لیا۔ مسافر عرشے پر گرم کمبل اوڑھے سو رہے تھے۔ ناگ جہاز پر اتر کر انسانی شکل میں آگیا۔ وہ سیدھا ماریا کے کیبن میں گیا۔ اسے ماریا تو نظر نہ آئی لیکن ماریا نے اُسے دیکھ لیا۔ وہ جاگ رہی تھی۔

"ناگ بھیّا! تم کہاں چلے گئے تھے؟"

ناگ نے جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر دیکھ کر کہا۔

"ماریا بہن! بس قسمت اچھی تھی کہ بچ کر آگیا ہوں۔"

اس کے بعد ناگ نے ماریا کو اپنی ساری کہانی سنائی تو وہ بھی دانتوں میں انگلی داب کر رہ گئی۔

"خداوند کا شکر ہے کہ تم واپس میرے پاس آگئے، نہیں تو عنبر کے ساتھ ساتھ میں تمہاری تلاش میں بھی ماری ماری پھرتی۔"

ناگ تھک گیا تھا۔ وہ بستر پر گر پڑا اور گرتے ہی خراٹے لینے لگا۔ ماریا نے ہنستے ہوئے اس پر کمبل ڈال دیا۔

جہاز اندلس کی طرف سفر کر رہا تھا۔

سمندر میں جہاز کو سفر کرتے سات روز گذر چکے تھے۔

ناگ ایک رات کیبن کی چھت پر سو رہا تھا۔ رات گرم تھی

آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ سمندر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاز پر کہیں کہیں لالٹین روشن تھیں۔ ناگ کی ایک آہٹ سے آنکھ کھل گئی۔ اس نے اپنی گردن اٹھا کر نیچے عرشے پر دیکھا۔ دور جنگلے کے پاس پر جلتی لالٹین کی روشنی میں ناگ کو دو سائے نظر آئے جو ایک لمبا سا صندوق اٹھائے کیبن کی طرف آرہے تھے۔ ناگ حیران سا ہوا کہ مسافر تو اپنا سامان نیچے گودام میں رکھواتے ہیں پھر یہ صندوق کس لئے اپنے کیبن میں لے جا رہے ہیں؟

ناگ کو دال میں کچھ کالا کالا دکھائی دیا۔ ویسے بھی اس کی طبیعت اسرار پسند تھی اور وہ خفیہ رازوں کو حل کرنے میں بڑا مزا لیا کرتا تھا۔ وہ چھت پر سے کھسک کر نیچے ڈیک پر آگیا۔ دونوں سائے اپنے صندوق کو گھسیٹ کر اپنے کیبن میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ ناگ کیبن کی دیوار پر رینگتا ہوا چھوٹے سے روشندان کے پاس آگیا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ کیبن کی چھت سے لالٹین لٹک رہی تھی۔ اس کی روشنی میں دو ہٹے کٹے ڈاکو نما آدمی کھڑے تھے۔ درمیان میں وہی لمبا صندوق پڑا تھا۔

Scanned by Muhammad Arshad

ناگ کے دیکھتے دیکھتے انہوں نے صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ ناگ نے گردن اونچی کر کے دیکھا۔ صندوق کے اندر ایک لمبے سیاہ بالوں والی خوبصورت لڑکی بے ہوش پڑی تھی۔ دونوں پراسرار ڈاکوؤں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ انہوں نے صندوق کو بند کیا اور کرسیوں پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹھ کر سگار سلگائے اور باتیں کرنے لگے۔ ناگ بڑی توجہ سے ان کی باتیں سننے لگا۔

"یہ کام بڑا جان جوکھوں کا تھا۔ مگر ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب اس عورت کو سپین لے جا کر وہاں سے اس کے مہاراجہ باپ کو خط لکھنا ہو گا کہ تمہاری راجکماری بیٹی ہمارے پاس قید ہے۔ اگر اسے زندہ واپس لے جانا چاہتے ہو تو دس لاکھ پونڈ کی قیمت کا سونا یا جواہرات روانہ کر دو اور اپنی بیٹی کو لے جاؤ۔"

"نہیں تو؟"

"نہیں تو ہم اس کا سر کاٹ کر تمہارے دربار میں بھجوا دیں گے۔"

اور پھر دونوں ڈاکو قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"صندوق میں تازہ ہوا جاتی ہے نا؟"

"میں نے خود اس میں بارہ سوراخ بنا دیئے ہیں۔ راجکماری وہیں تک بڑے سکون سے سانس بھی لیتی رہے گی اور بے ہوش بھی رہے گی۔ میری دوائی کا اثر کم از کم دس روز تک رہے گا۔"

ناگ نے یہ باتیں سنیں تو چونک پڑا۔ یہ ایک نیا ڈرامہ اس جہاز میں کھیلا جا رہا تھا۔ وہ جھٹ وہاں سے رینگتا ہوا واپس اپنے کیبن میں آ گیا۔ اس نے انسانی شکل اختیار کی اور ماریا کو جگا کر سارا واقعہ

اسے بھی راجکماری پر بڑا ترس آیا۔ اور ان ڈاکوؤں پر سخت غصہ آیا۔ ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ راجکماری اپنے مہاراجہ باپ کے ساتھ ہندوستان سے سیر کرنے فرانس آئی ہو گی کہ ان ڈاکوؤں نے اسے اغوا کر لیا۔"

"اب ہمارا فرض ہے کہ راجکماری کو ان بدمعاشوں کے چنگل سے چھڑا کر اس کے باپ کے پاس پہنچایا جائے۔" ناگ نے کہا۔

"لیکن یہ کام ہم سپین پہنچ کر ہی کر سکتے ہیں۔ چلتے جہاز میں تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"جہاز میرا خیال ہے دو روز بعد سپین کی بندرگاہ کیڈیز پر پہنچ جائے گا۔ وہاں پہنچتے ہی ان بدمعاشوں کے ٹھکانے پر حملہ کر کے انہیں موت کی نیند سلا دیا جائے اور راجکماری کو صندوق سے نکال کر واپس ہندوستان یا فرانس اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم صبح ڈاکوؤں کے کیبن میں جا کر راجکماری کو ہوش میں لاؤ اور اس سے پوچھو کہ اس کے ماں باپ کس جگہ پر ہیں۔"

"صبح جاؤں گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رات ابھی بہت باقی تھی۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ حبس بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ ہوا تو جیسے بند ہو گئی تھی۔ بادبان ڈھلکے ہوئے تھے اور جہاز بڑی ہی دھیمی رفتار سے سمندر میں جا رہا تھا لیکن اچانک پھر ایسا ہوا کہ آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے اور آندھی سے بھی زیادہ تیز ہوا چلنے لگی۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ اس کے باوجود جہاز سنبھلا ہوا تھا کہ کپتان اسے بڑی مہارت سے آگے بڑھا رہا تھا مگر بدقسمتی سے تیز ہوا میں ایک جلتی ہوئی لالٹین راہ داری میں گر کر ٹوٹ گئی۔ اس کے تیل کو آگ لگ گئی۔ ہوا تیز تھی آگ نے پاس ہی پڑے روئی کے گٹھے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اُس زمانے میں آگ بجھانے کا اتنا جدید سامان نہیں ہوا کرتا تھا۔ ملاح پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر آگ پر ڈالنے لگے۔ مگر آگ بڑھتی جا رہی تھی۔ جہاز لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ ایک بار آگ نے شعلوں کی شکل بدلی تو پھر وہ بڑھتی ہی چلی گئی۔ دیکھتے دیکھتے جہاز کے کیبن شعلوں میں بدل گئے۔ جہاز پر بھگدڑ مچ گئی۔ مسافروں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں اور طوفانی لہروں نے انہیں فوراً نگل لیا۔ آگ اب سارے جہاز میں پھیل چکی تھی۔ جہاز کے بادبان جل کر نیچے گر پڑے۔ جہاز رُک گیا اور لہریں اسے اُچھالنے لگیں۔ جہاز آگ کا گولہ بن چکا تھا۔

ماریا اور ناگ جہاز کے ایک تختے پر بیٹھنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے بے ہوش راجکماری کو صندوق سے نکال کر اپنے تختے پر

ڈال لیا تھا۔ اس افراتفری میں وہ ڈاکو بھی خدا جانے کہاں گم ہو چکے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ شعلوں میں جل کر بھسم ہو گئے ہوں۔ جہاز شعلے بلند کرتا سمندری لہروں پر دُور سے دُور ہوتا جا رہا تھا۔ ناگ اور ماریا تختے پر بیٹھے جہاز کو دُور ہوتا دیکھ رہے تھے۔ جہاز اب جل بجھ کر سمندر میں غرق ہونے والا تھا۔ رات کے پچھلے پہر جہاز جل کر سمندر میں ڈوب گیا۔ طوفان کا زور صبح کے وقت تھم چکا تھا۔ سورج نکلا تو سمندر پر سوائے ایک تختے کے اور کچھ نہ تھا جس پر ناگ اور ماریا خاموش بیٹھے تھے اور ان کے سامنے راج کماری بے ہوش پڑی تھی۔ ناگ نے سانس بھر کر ماریا سے کہا کہ کسی طرح سے راج کماری کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی جائے۔ ماریا نے کہا کہ وہ کوشش کرتی ہے۔ اس نے پہلے تو راجکماری کے سر کو دبایا۔ ہاتھ پاؤں پر مالش کی اور پھر سمندری پانی کا چھینٹا مارا تو راجکماری نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھول دیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سانپ کا انتقام

راجکماری نے ناگ کو دیکھا۔

پھر اپنے اوپر آسمان اور ارد گرد سمندر ہی سمندر دیکھا تو حیران ہو کر ناگ سے پوچھا۔

"میں کہاں ہوں ؟ تم کون ہو ؟"

ماریا تختے پر راج کماری کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ اُسے کالے کالے لمبے بالوں، کالی آنکھوں اور ماتھے پر لگے تلک کے سرخ نشان والی راجکماری بڑی پیاری لگی۔ راجکماری ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی ناگ نے ابھی اُسے اپنا تعارف کروانے سے منع کیا تھا کہ کہیں راجکماری ڈر نہ جائے راجکماری کو ناگ نے بڑے ادب، خلوص اور میٹھے لہجے میں کہا۔

"آپ یوں سمجھ لیں کہ اپنے بھائی کے پاس ہیں۔"

راجکماری نے آس پاس پانی ہی پانی دیکھ کر خوف سے پوچھا۔

"میں یہاں کیسے آگئی ؟ میرے پتا جی کہاں ہیں ؟"

ناگ نے راجکماری کو وہ ساری بات بیان کر دی جو اس نے دونوں ڈاکوؤں کی زبانی سنی تھی کہ انہوں نے راجکماری کو فرانس

کے شہر پیرس سے اغوا کیا تھا اور اب سپین لئے جا رہے تھے کہ اسے یرغمال بنا کر اس کے راجہ باپ سے دس لاکھ پونڈ کی قیمت کا سونا وصول کر سکیں کہ جہاز میں آگ لگ گئی اور وہ اسے بچا کر لے آیا۔ راجکماری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میرے راجہ پتا جی بڑے پریشان ہوں گے۔ اب میں کیا کروں ؟ کیسے اپنے باپ کے پاس پہنچوں گی ؟"

ناگ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"راجکماری جی! اس طرح گھبرانے سے سوائے پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم آپ کو بڑی مشکل سے جلتے ہوئے جہاز سے نکال کر لائے ہیں۔"

"ہم کون ؟ کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے ؟"

ناگ کے منہ سے غلطی سے "ہم" کا لفظ نکل گیا تھا۔ کیونکہ اُسے تو معلوم تھا کہ ماریا بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ جلدی سے بولا۔

"اے اے میرا مطلب تھا کہ میں۔ صرف میں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں نے چونکہ ڈاکوؤں کی باتیں سُن لی تھیں اس لئے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ راجکماری کو ان کے پنجے سے نکال کر اس کے باپ کے پاس ضرور پہنچاؤں گا۔ اس لئے میں نے آپ کو بے ہوشی کی حالت میں ہی صندوق میں سے نکال کر اس تختے پر ڈالا اور سمندر میں لے کر روانہ ہو گیا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب راجکماری حالات کو اچھی طرح سمجھنے لگی تھی۔ اس نے ناگ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ناگ کہتے ہیں۔"

راج کماری نے کہا۔

"یہ تو ہم ہندوستان کے رہنے والوں کا ایسا نام نہیں ہے۔ تمہارا سانپ سے بھی کوئی تعلق ہے؟"

ناگ پریشان سا ہوگیا۔ اس قسم کا سوال کسی نے پہلے اس کا نام سُن کر کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ بات کو ٹالنے کے انداز میں مسکرا کر بولا۔

"میرے ماں باپ نے ویسے ہی میرا نام یہ رکھ دیا تھا۔ بھلا میرا سانپوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

راجکماری مسکراتے ہوئے تخت پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ناگ نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے راجکماری؟"

"پھول کماری۔ میرا باپ ہندوستان کی ایک ریاست جتیل گڑھ کا مہاراجہ ہے۔ میں اپنے پتاجی کے ساتھ فرانس کی سیر کرنے آئی ہوئی تھی۔"

پھر وہ اداس ہو کر بولی۔

"میرے پتاجی میرے بغیر بہت پریشان ہوں گے

کاش کسی طرح انہیں خبر مل جاتی کہ میں زندہ ہوں اور اپنے بھائی کے ساتھ ہوں۔"

ناگ نے کہا۔

"ابھی تو ہمیں خود پتہ نہیں کہ ہمارا انجام کیا ہوگا خدا جانے سمندر کی موجیں ہم کو کون سے آدم خور جزیرے میں لے جا کر پھینک دیں۔ ہاں اگر ہم کسی ملک کے ساحل پر پہنچ گئے تو کوشش کروں گا کہ تمہیں وہاں سے لے کر ہندوستان جاؤں اور تمہاری ریاست میں پہنچ کر تمہیں تمہارے باپ کے حوالے کر دوں۔"

راجکماری پھول کماری نے ناگ کی طرف یوں دیکھا جیسے ایک مصیبت زدہ بہن اپنے مدد کرنے والے بھائی کی طرف دیکھتی ہے۔

"ناگ بھیّا! اگر قسمت میں مجھے اپنے پتاجی کے پاس پہنچا دیا تو تمہارا یہ احسان ہمارا سارا خاندان کبھی نہیں بھلائے گا۔ پتاجی تمہارا منہ ہیرے جواہرات سے بھر دیں گے۔"

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"ہیرے جواہرات کی مجھے ضرورت نہیں پھول کماری۔"

"کیوں نہیں بھلا۔ ہر انسان کو دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور پھر یہ تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم تمہیں دولت سے مالا مال کر دیں تاکہ تم ساری زندگی آرام و سکون سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہ سکو۔"

ناگ نے پھول کماری کا جی رکھنے کے لئے کہا۔

"شکر یہ پھول کماری شکر یہ! مگر ابھی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارا یہ تختہ سمندر کی موجوں پر تیرتا ہوا کہاں اور کدھر جا رہا ہے۔"

پھول کماری نے چاروں طرف سمندر پر ایک نگاہ ڈالی پھر سورج کی سمت دیکھا اور کہا۔

"میں نے درباری نجومی سے جوتش پڑھی تھی مجھے ستاروں کے حساب کا پتہ ہے۔ میرا حساب کہتا ہے کہ اس وقت ہم جنوب مغرب کی طرف جا رہے ہیں اور ہم سمندر میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"ہمارا جہاز سپین جا رہا تھا۔ اصل میں میرا ایک بھائی ہے۔ جس کا نام عنبر ہے۔ وہ مجھ سے بچھڑ کر سپین چلا گیا ہوا ہے میں اُس سے ملنے سپین جا رہا تھا کہ جہاز میں آگ لگ گئی۔ اب اگر ہم تختے پر تیرتے ہندوستان کے ساحل پر جا لگیں تو یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہوگی۔ کیونکہ اس طرح ہمارا آدھا کام پہلے ہی ہو جائے گا۔ اگر سپین پہنچ گئے تو وہاں سے پھر ہمیں کسی جہاز میں بیٹھ کر ہندوستان جانا پڑے گا۔"

پھول کماری نے فضا کی نمی کو سونگھتے ہوئے کہا۔

"میرا حساب کہتا ہے کہ یہ جو ہوا میں نمی کی بُو ہے یہ مغرب کے سمندروں کی نہیں بلکہ جنوبی ایشیا کے سمندروں کی ہے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے ساحل کی طرف بہہ رہے ہیں۔"

پھول کماری نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم ملک جاوا سماٹرا کی طرف نکل جائیں۔"

"میرے خدا!" ناگ بولا۔ "وہ تو ہم بہت دور نکل جائینگے۔"

پھول کماری کو پیاس اور بھوک محسوس ہونے لگی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ پانی اور کھانے کا کیا کیا جائے؟ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ پھول کماری کو بھوک بھی لگے گی اور پیاس بھی لگے گی۔ کہنے لگا۔

"اس کا کوئی انتظام کریں گے۔ میرا خیال ہے ہم مچھلیاں پکڑ کر کھائیں گے۔ کیونکہ اس سمندر میں ہمیں سوائے مچھلی کے اور کچھ نہیں مل سکتا۔"

پھول کماری نے آہ بھر کر کہا۔

"اور پانی کہاں سے آئے گا؟"

"ہو سکتا ہے بارش ہو جائے۔"

"اور اگر ایک ہفتے تک بارش نہ ہوئی تو کیا کریں گے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے جواب میں کہا۔

"تمہارے لئے پانی کہیں نہ کہیں سے ضرور پیدا کروں گا پھول کماری فکر نہ کرو۔"

"اور کیا تم نہیں پیو گے؟"

"چلو میں بھی پی لوں گا۔"

ناگ نے تھوڑا ہنس کر کہا۔ وہ پھول کماری کو ہنستے ہنساتے رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ بھوک اور پیاس کا بھوت اُسے برباد کر سکتا تھا دوسری طرف ماریا اتنی دیر سے خاموش تھی۔ اُسے بڑی الجھن ہو رہی تھی۔ اتنے لمبے سمندری سفر میں وہ کہاں تک اور کب تک چُپ رہ سکتی تھی؟ ناگ کو بھی احساس تھا کہ ماریا بڑی دیر سے خاموش ہے کہیں اچانک بول کر پھول کماری کو ہڑبڑا نہ دے۔ وہ تو بھوت سمجھ کر پھر بے ہوش ہو جائے گی۔ ناگ نے بہتر ہی سمجھا کہ ماریا کے غیبی ہونے کا راز خود ہی کھول دے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ماریا نے شرارت کر ڈالی۔

گرمی کی وجہ سے ناگ نے اپنی پرانی طرز کی بند کالر والی قمیض اتار کر تختے پر اپنے پاس ہی رکھی ہوئی تھی۔ ماریا کو جانے کیا سوجھی کہ بڑے آرام سے اُسے اٹھا لیا۔ راجکماری سمندر میں دُور کسی شے کو تک رہی تھی کہ اچانک قمیض اوپر اٹھ گئی۔ اور ہوا میں رُک کر سیدھی ہو گئی۔ راجکماری چیخ مار کر ناگ سے لپٹ گئی۔

"بھوت! بھوت!"

ناگ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہا۔

"آخر تم باز نہیں رہ سکیں ماریا۔"

راجکماری نے ہڑبڑا کر پوچھا۔

"ماریا! کون ماریا؟ یہ قمیض کس نے اوپر اٹھا رکھی ہے؟ کیا یہ —— یہ کوئی بھوت ہے ناگ؟"

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"اب اپنا تعارف ان سے کراؤ۔"

ماریا نے قمیض تختے پر رکھ دی اور بڑے نرم اور میٹھے لہجے میں راجکماری سے اپنا پورا تعارف کروایا۔ اسے بتایا کہ وہ ناگ کی بہن ہے۔ کوئی بھوت نہیں ہے۔ لیکن کسی کاہن اور درویش کی بد دعا سے ایک خاص مدت کے لئے غائب کر دی گئی ہے۔

"ہمارا ایک بھائی عنبر بھی ہے۔ جو سپین میں سنا ہے چلا گیا ہے ہم اس کی تلاش میں جا رہے تھے کہ تم مل گئیں۔ مجھ سے ڈرو نہیں راجکماری! میں تمہاری بہن ہی ہوں۔"

راجکماری کا ڈر دور ہوا تو اس نے کہا۔

"کیا میں تمہیں ہاتھ لگا کر چھو سکتی ہوں؟"

"نہیں راجکماری! تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں ایک غیر مادی جسم ہوں۔ کرنوں کی طرح ہوں۔ تم مجھے چھو نہیں سکتیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

راج کماری کا ڈر خوف پوری طرح دُور ہو چکا تھا۔ اب وہ ناگ اور ماریا تینوں مل کر باتیں کرنے لگے۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کا تھا کیونکہ دوسرے روز راجکماری کا پیاس کے مارے بُرا حال ہونے لگا۔ ناگ اور ماریا پریشان ہو گئے۔ خوش قسمتی سے شام کو گھنگھور گھٹا چھا گئی اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ راج کماری نے جی بھر کر پانی پیا اور تختے کے ایک گڑھے میں پانی جمع بھی ہو گیا۔ ساری رات بارش ہوتی رہی۔

چوتھے روز اُن کا تختہ سمندری چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ یہ چٹانیں سمندر کے اندر سے باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ اصل میں یہ چھوٹے چھوٹے آتش فشاں پہاڑ تھے جن کے اندر کھولتا ہوا لاوا ابل رہا تھا اور پھٹ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔ اس کی خبر نہ ماریا کو تھی اور نہ ناگ کو۔ وہ تختے کو چٹانوں کے درمیان سے بچا کر لے جا رہے تھے کہ اچانک ایک زبردست دھماکے کے ساتھ ایک چٹان کا منہ پھٹ گیا اور سرخ رنگ کا کھولتا ہوا لاوا نکل کر سمندر میں گرنے لگا۔ ناگ نے راجکماری کو تختے پر اپنے پیچھے کر لیا۔ ماریا نے چیخ کر کہا۔

"تختے کو پیچھے کی طرف کرو۔ آگے آگ ہے۔"

لاوے کے سمندر میں گرنے سے خوفناک آواز اور زور کے دھماکے بلند ہو رہے تھے۔ ابھی ناگ اور راجکماری تختے کو بڑی مشکل سے پیچھے ہی کر رہے تھے کہ سامنے کی دو چٹانوں میں بھی دھماکے

ہوئے اور اُن کے اندر سے لاوا ابل ابل کر سمندر میں گرنے لگا۔ ان کا تختہ موت کی کھولتی ہوئی وادی میں آ گیا تھا۔ ان کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی۔ ناگ نے چلا کر ماریا سے کہا۔

"ماریا! راجکماری کو اپنے ساتھ غائب کر کے ان چٹانوں سے دُور لے جاؤ۔ میں تمہیں آگے جا کر سمندر میں ملوں گا۔ میں سمندر میں غوطہ لگا رہا ہوں۔"

ماریا نے راجکماری کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ لاوا اب اُن کے تختے تک پہنچ گیا تھا اور تختہ آگ میں جلنے لگا تھا۔ ماریا کے کندھے پر آتے ہی راج کماری بھی ماریا کے ساتھ ہی غائب ہو گئی۔ ماریا اُسے غیبی حالت میں ہی چٹانوں سے دُور ایک ایسی چٹان پر لے گئی جو ٹھنڈی تھی اور جہاں آگ بالکل نہیں تھی۔ اس نے راجکماری کو چٹان کے پاس پتھروں پر رکھ دیا اور کہا۔

"ہمیں ناگ کا انتظار کرنا ہوگا۔"

راج کماری نے پریشانی سے کہا۔

"ناگ کو اگر کچھ ہو گیا تو؟"

ماریا نے کہا۔

"نہیں۔ وہ سمندر میں غوطہ لگا کر بچ جائے گا تم اس کی فکر نہ کرو بہن۔ وہ ابھی ہمارے پاس آ جائے گا۔"

راج کماری خاموش ہو گئی۔ یہ ایک اکیلی سمندری چٹان تھی۔ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ارد گرد سمندر کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔ دور آتش فشاں چٹانوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ سمندر میں لاوا ابل رہا تھا۔ ناگ نے سانپ بن کر سمندر میں غوطہ لگا دیا تھا اور وہ سمندر کے اندر ہی اندر کافی نیچے گہرائی میں اتر گیا تھا۔ اس جگہ سمندر کے نیچے بے شمار چٹانیں ہی چٹانیں تھیں۔ یہ اوپر ابھری ہوئی آتش فشاں چٹانوں کی جڑیں تھیں جو سمندر کے اندر دور تک چلی گئی تھیں۔ ناگ سانپ بن کر پانی کے اندر ان چٹانوں کے درمیان سے ہو کر آگے نکلتا چلا جا رہا تھا۔

چٹانوں کا سلسلہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ سامنے ایک غار آگئی۔ یہ سمندر کے اندر کی غار تھی۔ ناگ نے سوچا کہ شاید اس میں سے گذر کر کوئی باہر نکلنے کا راستہ نکل آئے۔ بس وہ غار میں داخل ہو گیا۔ غار میں سمندر کی لہر بڑی تیز تھی۔ ایک زبردست طوفان تھا جو ناگ کو سمندری سرنگ کے اندر آگے ہی آگے بہائے لئے جا رہا تھا۔ اس نے رکنے کی بہت کوشش کی مگر پانی کا ریلا اس قدر تیز تھا کہ وہ کسی جگہ بھی نہ رک سکا اور بہتا چلا گیا۔ سرنگ میں آہستہ آہستہ اندھیرا چھا گیا۔ یہاں پانی کا دباؤ بھی بڑھ گیا تھا۔ اور ناگ اپنے جسم کو یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کوئی اسے سختی سے دبا رہا ہو۔

ناگ پر غشی طاری ہو گئی اور اس نے اپنے آپ کو سرنگ

کے سمندری ریلے کے حوالے کر دیا۔ کافی دیر سرنگ کے اندر بہنے کے بعد جب ناگ کو ہوش آیا تو وہ سرنگ سے باہر نکل چکا تھا۔ یہاں سمندر کے نیچے قسم قسم کے سمندری پھول کھلے تھے اور خوبصورت مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ یہاں سبز روشنی بھی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ سمندر کے اوپر سورج نکلا ہوا ہے اور اسے اب باہر نکلنا چاہئے۔ ناگ نے منہ اوپر کر کے اوپر کی طرف آنا شروع کر دیا۔ یہاں بھی سمندر کافی گہرا تھا۔ ناگ کافی دیر کے بعد اوپر آیا۔ اس نے اپنا سر سمندر کی سطح سے باہر نکال کر دیکھا۔ وہ کسی عجیب سمندری علاقے میں آگیا تھا یہ ایک سمندری کھاڑی تھی جس کی تینوں جانب اونچے اونچے سرسبز پہاڑ تھے اور ایک طرف کھاڑی کھلے سمندر کو جاتی تھی۔ ناریل اور تاڑ کے درختوں کے جھنڈ ہوا میں لہرا رہے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں کیلے کے باغ ہی باغ تھے۔ ایک طرف کھیت تھے۔ دور گول چھتوں والی کھپریل کی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں ناگ سانپ کی شکل میں کھاڑی کے پانی میں تیرتا ہوا کنارے پر نکل آیا۔

یہ کوئی آباد جزیرہ لگتا تھا۔ جہاں کافی لوگ آباد ہوں کیونکہ جوار اور مکئی کے کھیت دور پہاڑوں تک چلے گئے تھے۔ ناگ سانپ کی شکل میں گیلی گھاس اور پھر ریت پر رینگتا ہوا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمندر کی کھاڑی سے باہر آ گیا۔ وہ انسانی شکل میں آنے ہی والا تھا کہ اُسے بین کی آواز سنائی دی۔ سپیرے عام طور پر بین بجا کر جنگلوں اور سمندروں اور دریاؤں کے کنارے زہریلے سانپوں کو پکڑا کرتے ہیں۔ ناگ نے سوچا کہ چلو آج سپیرے کے ہاں جاتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ یہ کونسا ملک ہے اور یہاں کیسے لوگ رہتے ہیں بین کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔

ناگ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک کالے رنگ کا بوڑھا سپیرا دھوتی کرتہ پہنے سر پر پگڑ رکھے گال پھلائے بین بجاتا ہوا اس کی طرف ہولے ہولے بڑھ رہا تھا۔ سپیرے نے بھی ناگ کو دیکھ لیا تھا۔ ناگ نے وہیں اپنا پھن اٹھا لیا اور بین کی آواز پر یونہی جھومنے لگا۔ سپیرا اس کے سامنے آ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک ہاتھ سے بین بجا رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا پٹاری آگے کھسکاتا جا رہا تھا۔ اس پٹاری میں وہ سانپ کو بند کرنا چاہتا تھا۔

ناگ بھی پٹاری کے قریب آ گیا۔ وہ ان سپیروں کا بھی تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ موت کا اُسے ڈر نہیں تھا۔ کیونکہ ذرا سے بھی خطرے کی صورت میں وہ بڑی آسانی سے پٹاری سے باہر نکل کر کوئی بھی جانور بن کر ہوا میں اُڑ سکتا تھا۔ ناگ پٹاری کے پاس آ کر جھومنے لگا۔ سپیرا بڑا خوش تھا کہ اس کو بڑا قیمتی اور

زہریلا سانپ مل گیا ہے۔ یہ مڈغاسکر کا ایک کافی بڑا جزیرہ تھا جو آباد تھا اور جہاں فرانس کی حکومت تھی۔ اس جزیرے میں فرانس کی ایک کروڑ پتی بیوہ اپنے اکلوتے بچے کے ساتھ اپنے شاندار محل میں رہتی تھی۔ اس اکلوتے بچے کی عمر آٹھ سال تھی۔ بیوہ کی موت کے بعد یہی بچہ اس کی کروڑوں روپے کی جائیداد کا مالک بننے والا تھا اس بیوہ کا بھائی نہیں چاہتا تھا کہ جائیداد اس لڑکے کو ملے۔ لڑکے کا نام لوئی تھا۔ بھائی لڑکے لوئی کو اس طرح ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ اس کی موت قدرتی معلوم ہو اور کسی کو اُس پر شک نہ پڑے اس نے سوچ سوچ کر ایک ترکیب نکالی کہ لڑکے کو سانپ سے ڈسوا کر ہلاک کر دیا جائے۔

بیوہ کے بھائی پیری نے خفیہ طور پر ایک افریقی سپیرے کی خدمات حاصل کیں اور اُسے کہا کہ کوئی زبردست زہریلا سانپ لا کر دے۔ سپیرے کو دو سو پاؤنڈ معاوضہ دیا گیا تھا۔

سپیرا نے جو ناگ کو پٹاری کے قریب آ کر جھومتے دیکھا تو اپنی کامیابی پر بڑا خوش ہوا۔ اس نے بین بجاتے بجاتے پٹاری کا منہ کھول کر اُسے آگے کر دیا۔ ناگ بڑے آرام سے پٹاری کے اندر چلا گیا۔ سپیرے نے جھٹ پٹاری کا منہ بند کر دیا اور اسے بغل میں دبا کر پیری کی شہر سے باہر والی کوٹھی کی طرف اٹھ دوڑا۔ پیری اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ سپیرے نے جا کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پٹاری اس کے آگے رکھ دی اور کہا۔

"صاحب! ایسا سمندری زہریلا سانپ پکڑ کر لایا ہوں کہ جس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا۔"

اور سپیرے نے پٹاری کا منہ کھول کر پیری کو دکھایا۔ پیری نے ذرا گردن آگے کر کے پٹاری میں کنڈلی مار کر بیٹھے سانپ کو دیکھا تو فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ سبز اور سرخ دھاریوں والا یہ دبلا پتلا سانپ اپنے خطرناک زہر کی وجہ سے سارے علاقے میں مشہور تھا۔ پیری نے جیب سے بٹوہ نکالا۔ اس میں سے دو سو پاؤنڈ کے نوٹ نکال کر افریقی سپیرے کو دیئے اور کہا۔

"خبردار! کسی سے بات کی تو میرے آدمی تمہیں قتل کر کے لاش کھاڑی میں پھینک دیں گے۔"

سپیرے نے زمین پر سر رکھ کر کہا۔

"مالک! میں غلام ہوں۔ کسی سے بات نہیں کروں گا کبھی نہیں کروں گا۔ میں کل ہی اپنے ملک سوڈان چلا جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ لو پچاس پاؤنڈ کرایہ اور کل اس جزیرے سے دفع ہو جانا۔"

پیری نے پچاس پاؤنڈ کے نوٹ سپیرے کی طرف اچھال دیئے سپیرے نے نوٹ زمین سے اٹھا کر اپنی پگڑی میں رکھے اور جھک جھک کر سلام کرتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد پیری نے

مسکراتے ہوئے سانپ کی پٹاری اٹھائی اور کوٹھی میں آ گیا۔ یہ پرانی طرز کی بنی سجائی کوٹھی تھی جس کے بیڈ روم میں پتھر کے ستون کھڑے تھے ستونوں کے پاس لکڑی کی الماری تھی۔ پیری نے پٹاری اس الماری میں رکھ کر باہر سے تالا لگا دیا۔

اتنے میں اس کا رازدار دوست آ گیا۔ پیری نے اُسے بتایا کہ سانپ آ گیا ہے۔ دوست بولا۔

"بس ٹھیک ہے۔ آج رات لوئی کا کام تمام کر دیا جائے گا یہ پٹاری مجھے دے دو۔ میں آدھی رات کو لوئی کے بیڈ روم میں جا کر یہ سانپ اس کے بستر پر چھوڑ دوں گا۔ اس کے بعد صبح اس کی لاش ملے گی اور تمہارا راستہ صاف ہو جائے گا۔"

"پھر میں اپنی بوڑھی بہن کے مرنے کے بعد اس کی کروڑوں روپے کی جائداد کا اکیلا وارث ہوں گا۔"

"اور مجھے میرا حصہ مل جائے گا۔"

"ضرور۔ تمہیں تمہارا حصہ ضرور ملے گا دوست! تم میرے لئے راستہ صاف کر رہے ہو۔ میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ لوئی کی موت کے بعد تمہیں بیس ہزار پاؤنڈ کی رقم سب سے پہلے ادا کروں گا۔"

"لاؤ، پٹاری مجھے دے دو۔ میں آج ہی رات یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قصہ ختم کر دوں گا"۔

پیری نے لکڑی کی الماری میں سے ناگ والی پٹاری نکال کر اپنے قاتل دوست کے حوالے کر دی۔ وہ پٹاری کپڑے میں لپیٹ کر وہاں سے نکل گیا۔ ان کی باتوں سے ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ ظالم لوگ صرف جائیداد کے چکر میں کسی معصوم بچے کی زندگی ختم کرنے کی شرمناک سازش پر عمل کرنے والے ہیں۔ ناگ کو خیال آیا کہ یقیناً وہ لڑکا خوش قسمت ہے اور جائیداد کا سچا وارث ہے کہ اسے کسی دوسرے سانپ کی جگہ ناگ مل گیا ہے۔ اگر ناگ کی جگہ وہاں کوئی دوسرا سانپ آجاتا تو وہ یقیناً بچے کو ہلاک کر دیتا۔ مگر ایسا خدا کو منظور نہیں تھا۔

قاتل سانپ کی پٹاری لئے آدھی رات کے وقت کروڑپتی بیوہ عورت کے محل میں کھڑکی کے راستے داخل ہوا۔ لڑکا محل کے کونے والے کمرے میں سوتا تھا۔ ساتھ ہی اس کی ماں کا کمرہ تھا۔ قاتل اس محل میں آتا جاتا رہتا تھا۔ مگر آدھی رات کو اُسے بھی جائداد کے وارث کے کمرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ قاتل اندھیرے میں چھپتا چھپاتا لڑکے کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے پٹاری کا منہ کھول کر سانپ کو کمرے میں داخل کر دیا۔ ناگ نے کمرے میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک شاندار بستر پر بڑا پیارا لڑکا سو رہا تھا۔ اسکے سرہانے کی طرف شمع روشن تھی۔ لڑکے کی شکل بالکل فرشتوں ایسی معصوم اور پاکیزہ تھی۔

ناگ اندر جاتے ہی انسانی شکل میں آگیا تھا۔ کچھ دیر لڑکے کو تکتے رہنے کے بعد ناگ نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا جو جائیداد کے جائز حقدار کو قتل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنی طرف سے تو اس بچے کو ہلاک کر چکے تھے۔ ناگ دوبارا سانپ بن کر کمرے سے باہر آگیا۔ راہ داری میں اندھیرا تھا۔ قاتل بیوہ کی حویلی کی کھڑکی میں سے نیچے اتر رہا تھا۔ وہ فوراً واپس جا کر ظالم پیری کو بتانا چاہتا تھا کہ اس نے سانپ بچے کے کمرے میں چھوڑ دیا ہے اور سانپ نے بچے کو ڈس کر ہلاک کر دیا ہوگا اس لئے میری رقم میرے حوالے کرو۔

ناگ دیوار پر سے رینگتا ہوا قاتل کے قریب آگیا۔ تاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں قاتل نے جو اپنے سامنے دیوار پر اُسی سانپ کو دیکھا جس کو وہ ابھی ابھی بچے کی خواب گاہ میں چھوڑ کر آیا تھا تو دہشت کے مارے اس کی چیخ نکل گئی۔ اور رسّی اُس کے ہاتھوں سے چھٹ گئی۔ اور وہ آدھی منزل اوپر سے پھسل کر دھڑام نیچے آن پڑا۔ سانپ نے اسے اٹھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ وہ بھی دیوار کو چھوڑ کر اس کے اوپر گرا۔ قاتل نے ایک اور چیخ ماری۔ مگر ناگ نے اُسے تیسری بار چیخنے کی اجازت نہ دی اُس نے قاتل کی گردن پر بڑے پیار سے ڈسا اور اپنے منہ سے اچھا خاصا زہر اس کے جسم میں داخل کر دیا۔ زہر نے سب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے پہلا کام یہ کیا کہ قاتل کو بالکل سُن کر دیا۔ پھر وہ لرزا کانپا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

ناگ اس کام سے فارغ ہو کر سیدھا جنگل والی کوٹھی میں اس آدمی کے پاس آگیا جس نے بچے کو سانپ ڈسوا کر ہلاک کرنے کے لئے اس بدنصیب قاتل کو بھیجا تھا۔

گمشدہ راجکماری

جنگل میں خاموشی تھی۔

قاتل کی کوٹھی میں اندھیرا تھا صرف کونے والی کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔ قاتل بچے کی موت کی خبر کا انتظار کر رہا تھا۔ ناگ گھاس میں رینگتا ہوا برآمدے میں سے گذر کر کوٹھی کی دیوار پر چڑھ گیا۔ اُس نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ پیری اندر بڑی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ ناگ کھڑکی میں سے پھسل کر کمرے میں آگیا۔ فانوس کی روشنی میں پیری نے سانپ کو دیکھا تو لاٹھی لے کر اس کی طرف بڑھا۔ اُسے ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ یہ وہی سانپ ہے جسے اس نے قاتل کے ہاتھ جائیداد کے حقیقی وارث کو ڈسوانے بھیجا تھا۔

ناگ نے لاٹھی کو اپنے اوپر آتے دیکھا تو ایکدم سے غائب ہو گیا پیری نے خیال کیا کہ سانپ پلنگ کے نیچے چلا گیا ہو گا۔ وہ جھک کر پلنگ کے پیچھے دیکھنے لگا تو ناگ فوراً انسان کی شکل میں آگیا اور اس نے پیچھے سے پیری کی کمر پر انگلی سے ٹھوکا دیکر کہا۔

"کہو مسٹر! لوئی کو سانپ ڈسوا دیا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیری یہ سن کر ہڑبڑا کر پلٹا۔ سامنے ایک اجنبی نوجوان کو دیکھا تو اور زیادہ حیران ہوا۔

"کون ہو تم؟ یہاں۔ یہاں کیسے آ گئے؟"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تو میں ہر جگہ چلا جاتا ہوں۔ مگر یہاں میں خاص طور پر تمہیں قتل کرنے آیا ہوں۔"

پیری اچھل کر پرے ہٹ گیا اور اس نے دیوار پر لٹکی ہوئی تلوار کھینچ کر ناگ پر حملہ کر دیا۔ بڑا مکارانہ اور چالاک حملہ تھا۔ اگر ناگ ہوشیاری سے کام نہ لیتا تو تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا ہوتا ناگ نے سوچا کہ اس کے ساتھ ذرا مقابلہ ہو جائے۔ پرے ہٹتے ہی ناگ نے گہرا سانس لیا اور ایکدم سے شیر ببر بن کر سامنے آ گیا اس نے اتنے زور سے دھاڑ ماری کہ پیری کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔ اس پر شیر کی بھی دہشت تھی اور اس بات کی بھی دہشت تھی کہ ایک زندہ انسان دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھوں کے سامنے شیر ببر کیسے بن گیا۔

شیر نے پیری کی گردن پر ایک ہلکا سا پنجہ مارا۔ پیری چیخ مار کر نیچے گر پڑا۔ ناگ اس کے ذرا بعد ایک بار پھر کالے ناگ کی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ وہ کنڈلی مار کر قالین پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھایا اور سرخ زبان لہراتا، پھنکاریں مارتا قاتل کی طرف

بڑھنے لگا۔ قاتل پیری کا حلق خوف سے خشک ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کا تو سارا خون ہی خشک ہو چکا تھا۔ ناگ نے انسانی زبان میں کہا۔

"تم نے ایک معصوم بچے کو صرف دولت کے لئے ہلاک کرنا چاہا تھا۔ خدا نے اسے بچا لیا۔ اب تم اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جو دوسروں کے لئے کنواں کھودتا ہے پہلے خود اس میں گرتا ہے۔"

پیری نے کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔"

ناگ بولا۔ "تم معافی کے لائق نہیں ہو۔ تم میرے جانے کے بعد معصوم بچے کو قتل کر دو گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم خود اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ فکر نہ کرو۔ میرا زہر تمہیں ذرا جتنی بھی تکلیف نہیں دے گا۔"

اور ناگ سانپ کی شکل میں پیری کے بالکل سر پر آ گیا۔ پھر اس نے قاتل کے اوپر والے ہونٹ پر ڈس دیا۔ قاتل اُلٹ کر گرا اور اوندھا ہو گیا۔ زہر بے حد زہریلا اور خطرناک تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ناگ رینگتا ہوا کوٹھی سے باہر آ گیا۔ رات ڈھلنا شروع ہو گئی تھی۔ ناگ کوٹھی کے باغ کی کیاریوں میں رینگتے ہوئے باہر ایک چھوٹی سی کچی سڑک پر آ گیا جو شہر کی طرف جاتی تھی اس نے سوچا کہ اب اسے دوبارہ انسانی شکل میں آ جانا چاہئے اور یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پتہ لگانا چاہیے کہ یہ جزیرہ سپین سے کتنی دور ہے؟

ناگ انسان بن گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا رات کے اندھیرے میں شہر کو جانے والی کچی سڑک پر آکر رُک گیا۔ آج سے ایک سو پچاس برس پہلے جنوبی افریقہ کے مشرق کی طرف کے بہت بڑے جزیرے مڈغاسکر میں بھلا کیا ترقی ہو سکتی تھی۔ وہاں اگرچہ فرانس کی حکومت تھی لیکن ابھی تک پرانی وضع کی چھکڑا گاڑیاں چلتی تھیں اور مسافروں کو ڈاکو راستے میں لوٹ لیا کرتے تھے۔ ناگ کو ماریا کا بھی فکر تھا کہ وہ راجکماری کو لے کر سمندر میں کہاں ہوگی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ماریا بس زیادہ سے زیادہ ان آگ اُگلتے پہاڑوں کے اوپر تک ہی اُڑ سکتی تھی۔ ناگ اڑ کر وہاں پہنچ جاتا اگر اُسے یہ معلوم ہوتا کہ ماریا سمندر کے کس علاقے میں ہے۔ ابھی تک تو اُسے یہ بھی پوری طرح علم نہیں تھا کہ وہ کون سے علاقے میں ہے؟

ناگ کو سب سے زیادہ عنبر کا خیال آرہا تھا۔ کیونکہ اس کی کوئی خبر ابھی تک نہیں ملی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ سپین کی طرف نکل گیا ہوگا۔ ناگ نے دل میں یہی فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے سپین جانے کی کوشش کرے گا۔ ماریا اور راجکماری کی طرف سے وہ مطمئن تھا کیونکہ ماریا اتنی بہادر تھی کہ وہ راجکماری پھول کماری کو اس کے راجہ باپ کے پاس ہندوستان پہنچا دے۔ اس کے بعد ماریا کی ناگ سے ملاقات کہاں ہوتی ہے؟ یہ بات ناگ نے خدا کے سپرد کر دی

تھی۔ جیسا کہ آپ نے پچھلی قسطوں میں پڑھا ہوگا۔ ناگ، عنبر اور ماریا — یہ تینوں بہن بھائی ہزار سالہ زندگی کے خطرناک سفر میں کئی مقام پر جدا ہوئے اور پھر ڈرامائی انداز میں ایک دوسرے سے آن ملے۔

ناگ انہی خیالوں میں تھا کہ دُور سے اُسے گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ پھر پچھلے پہر کے ماند پڑتے اندھیرے میں اُسے ایک گھوڑا گاڑی آتی دکھائی دی۔ ناگ نے ہاتھ کا اشارہ کر کے اسے رکوا لیا۔ ایک گھنی مونچھوں والے آدمی نے سر باہر نکال کر غصے سے کہا۔

"کون ہو تم بدتمیز؟"

ناگ نے کہا۔

"مجھے شہر لے چلیں۔ میرا جانا ضروری ہے۔"

اسی آدمی نے کچھ سوچا۔ پھر کہا۔

"آجاؤ اندر۔"

بگھی کا دروازہ کھل گیا۔ ناگ اندر داخل ہو کر گھنی مونچھوں والے آدمی کے سامنے بیٹھ گیا۔ بگھی میں سوائے اس آدمی کے دوسرا کوئی نہیں تھا۔ اُس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟"

ناگ نے کہا۔ "میرا نام ناگ ہے۔ میں شمالی مصر کے علاقے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا رہنے والا ہوں۔ اس ملک میں روزگار کی تلاش میں آیا ہوں۔"

گھنی مونچھوں والے نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمہارا نام مصری نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میرا نام ولیم ڈریک ہے۔ تم مجھے ولیم کہہ سکتے ہو۔ میرا اپنا سمندری جہاز ہے۔ میں مال لے کر ملک ملک کا سمندری سفر کرتا ہوں۔ کیا تم میرے جہاز پر نوکری کرو گے؟"

ناگ کو اور کیا چاہیے تھا۔ یہی تو وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جہاز میں بیٹھ کر سپین پہنچ جائے۔ اس نے جھٹ حامی بھر لی۔ گھنی مونچھوں والے ولیم نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم بڑے جلد باز ہو۔ مجھے جلد فیصلہ کرنے والے نوجوان پسند نہیں ہیں۔ لیکن میں تمہیں نوکر رکھتا ہوں آئندہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا کرو۔"

ولیم کی زبانی ناگ کو پتہ چلا کہ وہ مڈغاسکر کی بندرگاہ اور شہر روزن برگ میں ہے اور اس کا جہاز مال لے کر دو روز بعد پرتگال کے ملک کو جانے والا ہے۔ ولیم ناگ کو ساتھ لے کر اپنے جہاز پر آ گیا۔ یہ مال بردار جہاز زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لیکن اس میں آرام کی ہر شے موجود تھی۔ دو دن ناگ نے شہر کی

سیر گشت میں گذار دیئے۔ تیسرے دن صبح صبح جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور سمندر کے نیلے پانیوں میں اپنا طویل اور خطرناک سفر شروع کر دیا۔

٭ ٭ ٭

عنبر ابھی تک پُراسرار آسیبی محل کے تہہ خانے کے کنوئیں میں پڑا تھا۔ اس کے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تہہ خانے میں چبوترے پر عمارہ کا تابوت رکھا تھا۔ عمارہ اس میں بے ہوش پڑی تھی۔ اور پورے چاند کی رات کو اس کی گردن کاٹ کر نقاب پوش جادوگر نے ایک طلسم تیار کرنا تھا جس کی مدد سے وہ ہزاروں سال تک زندہ رہ سکتا تھا۔ عنبر کبھی ناگ کے بارے میں سوچتا۔ کبھی اُسے ماریا کا خیال آتا کہ وہ کہاں ہو گی اور کبھی اس بات پر غور کرنے لگتا کہ وہ اس کنوئیں سے کیوں کر باہر نکل سکتا ہے۔

٭ ٭ ٭

دوسری طرف ماریا ایک چٹان پر راجکماری کو ساتھ لئے بیٹھی تھی۔ سمندر کی موجیں چٹان سے ٹکرا کر شور مچاتی واپس چلی جاتیں۔ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ راج کماری سخت گھبرا رہی تھی۔ ان کے پاس نہ کچھ کھانے کو تھا نہ کچھ پینے کو تھا۔ ماریا بھی اسی فکر میں تھی کہ وہاں سے کہاں جائے؟ راج کماری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو دو تین دن میں بھوکی پیاسی مر جائے گی۔ پھر بھی وہ راجکماری کو تسلی دیتی اور یہی کہتی کہ کوئی نہ کوئی سبیل ان کے وہاں سے نکلنے کی ضرور بن جائے گی۔ لیکن راجکماری بڑی مایوس ہو چکی تھی۔ اس کی مایوسی درست بھی لگتی تھی۔ کیونکہ وہ بیچ سمندر میں باہر کو نکلی ہوئی ایک چھوٹی سی چٹان پر بیٹھے تھے اُن کے چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ وہاں کسی جہاز کے آنے کی امید بھی نہیں تھی۔ اُس نے کہا۔

"ماریا بہن! تم تو زندہ رہو گی۔ اس لئے کہ نہ تمہیں کھانے کی ضرورت ہے نہ پینے کی حاجت۔ مگر میں اسی چٹان پر دم توڑ دوں گی۔"

پھر وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے رونے لگی جو فرانس میں اُس کی یاد میں تڑپ رہے ہوں گے۔ ماریا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"پھول کماری! خداوند کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ وہ پتھر میں بھی کیڑے کو روزی دیتا ہے۔ کیا معلوم وہ ہمارے لئے کوئی سبب پیدا کر دے۔"

مگر راجکماری سسکیاں بھرتی رہی۔ آج اُسے نیند آ گئی اور وہ وہیں چٹان کے پہلو میں پتھریلی اور ڈھلانی جگہ پر لیٹ کر سو گئی۔ کہتے ہیں۔ نیند بڑی بلا ہے۔ سُولی پر بھی آ جاتی ہے

رات اسی طرح گذر گئی۔ دن چڑھا تو ماریا نے دیکھا کہ سمندر میں جہاں آتش فشاں پہاڑ پھٹے تھے وہاں سبز اور سرخ رنگ کی بڑی بڑی سلیں تیر رہی تھیں۔ یہ وہ مواد تھا جو زمین کے اندر سے اُبلتے ہوئے لاوے کے ساتھ باہر آ گیا تھا اور سمندر کے پانی میں ٹھنڈا ہو کر تیر رہا تھا۔

راج کماری ابھی تک سو رہی تھی۔ دو تین سرخ اور سبز سلیں تیرتی ہوئی اس چٹان کے قریب آ گئیں۔ جہاں ماریا اور راجکماری نے پناہ لے رکھی تھی۔ ماریا نے پانی میں تھوڑا سا اتر کر ایک سِل کو اپنی طرح کھینچ کر دیکھا۔ یہ دیکھنے میں پتھر لگتی تھیں مگر اسفنج کی طرح نرم تھیں۔ خدا جانے یہ کس قسم کی دھات تھی۔ اس قسم کے ہزاروں ٹکڑے سمندر کی موجوں پر تیر رہے تھے۔

ماریا ابھی ان پر غور ہی کر رہی تھی کہ ایک طرف سے چھ سات کشتیاں نمودار ہوئیں۔ یہ ڈونگیاں تھیں اور انہیں جزیروں میں رہنے والے جنگلی چلا رہے تھے۔ وہ ان سبز اور سرخ سِلوں کو اٹھا اٹھا کر اپنی کشتیوں میں رکھ رہے تھے۔ ماریا اور تو سب کچھ بھول گئی اُسے کشتیاں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ اب اُسے امید پیدا ہو گئی تھی کہ وہ راجکماری کو وہاں سے نکال کر لے جائے گی۔

اتنے میں راجکماری بھی جاگ پڑی۔ ماریا نے اُسے خاموش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہنے کو کہا۔ کیونکہ ایک کشتی ان کی طرف آ رہی تھی۔

"جلدی سے کہیں چھپ جاؤ"

ماریا نے راجکماری کو چٹان کے پیچھے ایک اونچے نکونے پتھر کی آڑ میں چھپا دیا اور خود سامنے کی طرف آ کر دیکھنے لگی کہ جنگلی لوگ اُدھر کشتی کیوں لا رہے تھے۔ یہ کسی قریبی جزیرے کے جنگلی تھے۔ بدن پر صرف جھاڑیوں کے لنگوٹ سا باندھ رکھا تھا۔ ہاتھوں میں نیزے تھے۔ ہر کشتی میں چار چار جنگلی تھے۔ دو نیزوں کی مدد سے سرخ سِلوں کو اپنی طرف کھینچ کر کشتی میں رکھے جاتے تھے۔ اور دو چپو چلا رہے تھے۔ چٹان پر آ کر جنگلی لوگوں نے کشتی پہاڑ کے ساتھ لگائی اور اس میں اکٹھی کی ہوئی سلوں کو اتار کر ایک جگہ جمع کرنے لگے۔ ماریا ان کے بالکل قریب کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

اُسے بس ایک ہی ڈر تھا کہ اگر ان میں سے کوئی چٹان کی دوسری جانب چلا گیا تو راج کماری کو دیکھ کر شور مچا دیگا پھر ساری کشتیوں کے جنگلی وہاں جمع ہو جائیں گے اور ماریا کے لئے اتنے سارے دشمنوں میں راج کماری کی جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔ چنانچہ ماریا بالکل تیار ہو چکی تھی کہ جونہی ان میں سے کوئی دوسری طرف گیا وہ اسے وہیں ختم کر دے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ چاروں جنگلی سلیں چٹان کے پاس رکھ کر انہیں

پانی سے صاف کرنے لگے۔ کشتی ان کے پاس ہی کھڑی تھی۔

ماریا کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب دماغ میں آ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ جنگلی آدمیوں کی طرف بڑھی۔ وہ کسی عجیب زبان میں ایک دوسرے سے باتیں بھی کر رہے تھے اور بڑے مزے سے اسفنجی سلوں کو پانی سے دھو رہے تھے۔ ماریا نے ایک جنگلی کے پیچھے جا کر زمین پر سے ایک پتھر اٹھایا اور جنگلی کی کھوپڑی پر دے مارا۔ ایک چیخ کے ساتھ جنگلی وہیں بے ہوش ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ باقی جنگلی اس کی طرف بڑھے۔ ماریا نے پتھر سے دوسرے جنگلی کو بھی بے ہوش کر دیا۔ باقی دو گھبرا کر بھاگے کہ خدا جانے وہاں کوئی بدروح آ گئی ہے۔ وہ کشتی کی طرف آ گئے۔

لیکن ماریا کو کشتی ہی کی ضرورت تو تھی۔ وہ لپک کر کشتی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ جونہی دونوں جنگلی کشتی کے پاس آئے۔ ماریا نے اونچی آواز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ، بھاگ جاؤ"

ماریا کی زبان جنگلی آدمیوں کی سمجھ سے باہر تھی۔ مگر ان کے لئے کسی عورت کی غیبی آواز ہی کافی تھی۔ وہ ڈر کر سجدے میں گر پڑے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہنے لگے۔

"دیوی زُلالہ! دیوی زُلالہ!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جنگلی ماریا کی آواز کو اپنی دیوی زُلالہ کی آواز سمجھے اور انہوں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ ان کی آوازیں سن کر دوسرے جنگلی بھی اپنی کشتیاں اُدھر لے آئے۔ ماریا پریشان ہو گئی کہ ان کم بخت ساروں سے وہ کس طرح نمٹے گی۔ مگر اس کا آدھے سے زیادہ کام ان جنگلیوں نے کر دیا جنہوں نے ماریا کی آواز سن کر زُلالہ! کا نعرہ بلند کیا تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ چٹان پر دیوی زُلالہ کی رُوح آئی ہوئی ہے۔ وہ چٹان سے دور ہٹ کر اس کے گرد چکر لگانے اور "زُلالہ! زُلالہ!" کی آوازیں نکالنے لگے۔ اتنے میں ماریا نے راجکماری سے کہا۔

"کشتی پر چل کر بیٹھ جاؤ اور جنگلی لوگوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلاؤ۔ انہیں یہ اثر دو کہ تم ہی انکی دیوی زلالہ ہو"

راجکماری ڈر رہی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"راجکماری! اگر ڈرتی رہیں تو تمہاری موت یقینی ہے ہمت سے کام لو"

راج کماری آخر راجے مہاراجوں کے محل میں پیدا ہوئی تھی اس میں ہمت آگئی۔ وہ چٹان کے پتھر کی اوٹ سے نکل کر کشتی میں آگئی اور چٹان کے گرد چکر لگاتے جنگلیوں کی طرف ہاتھ لہرا کر انہیں سلام کیا یا ان کے سلام اور آوازوں کا جواب دیا۔ ایک خوبصورت لمبے سیاہ بالوں والی عورت کو چٹان سے

نکل کر کشتی میں سوار ہوتے دیکھ کر جنگلی اور زیادہ اونچی آواز میں "زُلالہ! زُلالہ!" کا شور مچانے لگے۔ ماریا نے راجکماری سے کہا۔

"انہیں زُلالہ کی بچی کو یاد کرنے دو۔ تم جلدی سے چپو سنبھالو اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو"

ایک چپو راجکماری نے اور دوسرا ماریا نے سنبھال لیا اور وہ کشتی کو لے کر چٹان سے آگے نکلیں۔ اب سارے جنگلی لوگوں کی کشتیاں دائرہ بنا کر چکر لگا رہی تھیں۔ جونہی انہوں نے اپنی "دیوی" کی کشتی آتے دیکھی تو فوراً ایک طرف ہٹ گئے۔ اب ماریا کو خیال آیا کہ کیوں نہ ان لوگوں سے کھانے پینے کی چیزیں حاصل کی جائیں۔ اس نے راجکماری کو پوری طرح سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ان جنگلی لوگوں سے کہو کہ جزیرے پر چلیں"

"میں تو ان کی زبان نہیں جانتی"

"تم اشاروں سے کام لو۔ بولنا تمہارے لئے خطرناک ثابت ہوگا۔ بات ہرگز نہ کرنا"

راجکماری نے کمال کی اداکاری شروع کر دی۔ وہ کشتی میں کھڑی ہو گئی اور اپنا ہاتھ اپنے منہ کے پاس لے جا کر کچھ اس قسم کا اشارہ کیا کہ وہ پانی پینا چاہتی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ سارے جنگلی اپنی اپنی کشتیاں لے کر راجکماری کی کشتی کے قریب آگئے۔ پھر انہوں نے راجکماری کی کشتی کو اپنی کشتی کے ساتھ رسّے سے باندھا اور تین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بار اپنی کشتی میں سجدہ کر کے اُسے کھینچتے ہوئے اپنے جزیرے کی طرف بڑھے۔ جزیرہ وہاں سے بیس میل کے فاصلے پر ہی تھا۔ یہ بڑا سرسبز اور شاداب جزیرہ تھا۔ راجکماری اور ماریا کشتی سے اتر کر کنارے کی ریت پر کھڑی ہو گئیں۔ جنگلی لوگوں کو ماریا کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ انہوں نے راجکماری کے راستے کے آگے آگے چلنا اور زُلالہ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

جزیرے کے دوسرے جنگلی بھی درختوں میں سے نکل آئے اور زُلالہ کا نام سُن کر وہیں سجدوں میں گر پڑے۔ راجکماری بڑے ٹھاٹھ سے گردن اٹھا کر چل رہی تھی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ راج کماری کی خدمت میں پھل اور دودھ پیش کیا گیا جسے راجکماری نے بڑے شوق سے کھایا اور پیا۔ جنگلیوں کا ایک مکار جادوگر بڑے حسد سے راجکماری کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے شک ہوا کہ یہ کوئی انسان ہے اور جنگلی لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہے۔ اس نے نیزہ اُچھال کر کہا۔

"یہ زُلالہ نہیں ہے۔ یہ کوئی عام عورت ہے اور ہمیں الّو بنا رہی ہے۔"

ماریا نے راجکماری کے کان میں کہا۔

"گھبرانا نہیں۔ میں اس حرامی کو سنبھال لوں گی۔"

کچھ اس جادوگر کی حمایت کرنے لگے اور کچھ اس کے خلاف

بولنے لگے۔ جادوگر نے کہا۔

"اگر یہ زُلالہ دیوی ہو گی تو اس پر میرے حملے کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ اگر یہ جھوٹی عورت ہے تو میرا نیزہ اس کے سینے سے آر پار ہو جائے گا۔"

سارے جنگلی ایکدم سے چپ ہو گئے۔ جیسے اُن کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ گئی ہو۔ راجکماری گھبرا رہی تھی۔ کیونکہ مکار جادوگر اس پر نیزہ پھینکنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ ماریا بھی چوکس ہو گئی تھی۔ اس نے راجکماری کے کان میں سرگوشی کی۔

"اپنی جگہ سے مت ہلنا۔ میں اس حرامزادے کو اس گستاخی کا مزہ چکھانے جا رہی ہوں۔"

اور ماریا لپک کر جادوگر کے پیچھے آ گئی۔ جادوگر نیزہ اوپر اٹھا ہی رہا تھا کہ ماریا نے اس کی گردن پر اتنے زور کی اچھل کر لات ماری کہ وہ چیخ مار کر منہ کے بل آگے کو گر پڑا۔ اس کی گردن کا منکہ ٹوٹ گیا اور وہیں مر گیا۔ پھر ماریا نے نیزہ اٹھا کر اس کے پیٹ میں گاڑ دیا۔ یہ بھیانک منظر دیکھ کر جنگلی دم بخود ہو کر رہ گئے۔ پھر انہوں نے اس قدر بلند آواز میں "زُلالہ دیوی زندہ باد!" کا نعرہ لگایا کہ سارا جنگل گونج اٹھا۔

دو روز راجکماری نے زُلالہ دیوی بن کر جزیرے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جنگلی لوگوں کی زبردست مہمان نوازی کا مزہ اٹھایا۔ تیسرے روز "زلالہ" نے اشاروں میں انہیں بتایا کہ وہ آسمانوں میں جا رہی ہے۔ جنگلیوں نے ناریل اور کیلوں کے گچھوں سے بھری ہوئی ایک بڑی کشتی راجکماری کی کشتی کے ساتھ رسّے سے باندھ دی۔ راجکماری کشتی میں سوار ہوگئی۔ ماریا پہلے ہی اس میں بیٹھ چکی تھی جنگلی لوگ اونچی آواز میں اپنے بھجن گانے لگے اور بار بار جھک جھک کر اپنی "دیوی" کو رخصت کرنے لگے۔ ماریا ہنس رہی تھی راجکماری خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ ان آدم خور قسم کے وحشی لوگوں کے درمیان سے صحیح وسالم واپس جا رہی تھی۔

جنگلی جزیرے سے کافی دور تک راجکماری کے ساتھ آئے اور اس کی کشتی خود کھینچتے رہے۔ پھر جب کشتی کھلے سمندر میں پہنچ گئی تو راج کماری سے ماریا نے کہا۔

"ان لوگوں سے کہو کہ اب دفع ہو جاؤ"

راجکماری نے ہاتھ سے اشارہ کر کے انہیں واپس جانے کو کہا۔ جنگلی اپنی اپنی کشتیوں میں ادب سے جھک گئے اور پھر نعرے بلند کرتے واپس اپنے جزیرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ راجکماری نے سکھ کا سانس لیا اور ماتھے پر آیا ہوا پسینہ خشک کر کے بولی۔

"ماریا بہن! تم کشتی میں ہو ناں؟"

"میں اور کہاں جاؤں گی۔ تمہارے پاس ہوں" ماریا نے جواب دیا۔

"بھگوان نے کرپا کی کہ ان سے پیچھا چھوٹا"

ماریا نے کہا۔

"اب ایسا کرتے ہیں کہ کچھ پھل اور ناریل اپنی کشتی پر رکھ لیتے ہیں اور اس کشتی کو یہیں سمندر میں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ رسّے سے بندھی ہوئی یہ پھلوں سے لدی کشتی طوفان میں ہمیں بھی لے ڈوبے گی"

انہوں نے تھوڑے بہت پھل اور ناریل اپنی کشتی میں رکھ کر دوسری کشتی کو کھول کر سمندر کی وسیع لہروں کے حوالے کر دیا۔ کچھ دور تک وہ کشتی انہیں نظر آتی رہی۔ پھر سمندر کی بڑی بڑی موجوں کی اوٹ میں ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی۔ اب ان کا ایک اور سمندری سفر شروع ہو گیا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"کم بخت ان جنگلیوں کی زبان ہماری سمجھ سے باہر تھی ورنہ ان سے پوچھتے کہ یہاں سے قریبی ملک کا ساحل کتنی دور ہے"

پھر ماریا نے راج کماری سے پوچھا کہ وہ کچھ حساب لگا کر بتا سکتی ہے۔ راجکماری نے آسمان پر چمکتی دھوپ اور نیلے سمندر میں چاروں طرف دیکھا اور کہا۔

"میرے حساب کے مطابق ہماری کشتی مشرق کی طرف جا رہی ہے اور ہمارا ملک ہندوستان اسی طرف ہے"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے سر کو جھٹک کر کہا۔

"یہ تو تم نے پہلے بھی بتایا تھا اور ہم آتش فشاں چٹانوں میں پھنس گئے تھے۔ خدا کے لئے اب کوئی اس قسم کی پیش گوئی مت کرنا۔"

سارا دن ان کی کشتی لہروں پر اپنے آپ بہتی رہی۔ کھلے سمندر میں پہنچ کر ماریا کو دُور ایک گول پہاڑ اتنی شے سمندر سے اُبھرتی اور پھر ڈوبتی دکھائی دی۔ راج کماری اپنے ماں باپ نہیں دیکھا تھا۔ ماریا نے سمجھا کہ شاید یہ اس کا وہم ہو۔ راجکماری اپنے ماں باپ کی یاد میں اداس ہو گئی تھی۔ ماریا اس کی ڈھارس بندھا رہی تھی۔ اچانک دُور وہی گول چیز ایک بار پھر سمندر میں سے باہر نکلی۔ ماریا نے راجکماری سے کہا۔

"یہ کیا شے ہے راج کماری؟"

راجکماری اس گول شے کو غور سے تکنے لگی۔ دھوپ سمندر پر چمک رہی تھی۔ لیکن اُبھرتی ہوئی شے کافی فاصلے پر تھی۔ راج کماری ڈر گئی۔

"بھگوان کے لئے کشتی کا رُخ موڑ دو۔ یہ کوئی بڑی خطرناک بلا لگتی ہے۔"

ماریا غور سے دیکھ رہی تھی۔ سمندر سے اُبھرتی گول چیز اب زیادہ بڑی ہو گئی تھی۔ مگر صاف پتہ نہیں چل رہا تھا کہ یہ کیا

چیز ہے۔ کوئی دیو مچھلی ہے کہ سمندری عفریت ہے۔ ماریا نے کشتی کا رخ دوسری طرف موڑنے کی کوشش کی مگر لہروں کا رخ اچانک اس ابھرتی ہوئی بلا کی طرف ہو گیا تھا۔ کشتی سمندری عفریت کی طرف تیز تیز بھی جا رہی تھی۔ راجکماری نے گھبرا کر کہا۔

"ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں ماریا۔"

ماریا نے کہا۔

"حوصلہ مت ہارو۔ راجکماری! ہم ہر مصیبت کا مقابلہ کریں گے۔"

ماریا کی نگاہیں ابھرتی بلا پر لگی ہوئی تھیں۔ کشتی اس کے قریب جا رہی تھی۔ یہ بلا ایک سیاہ چٹان کی طرح سمندر کی لہروں سے آہستہ آہستہ اوپر اُٹھ رہی تھی۔ کیا سمندر میں کوئی نیا جزیرہ نمودار ہو رہا تھا؟ یا پھر دس لاکھ سال پہلے کا کوئی سمندری عفریت سمندر سے باہر نکل رہا تھا؟ ماریا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ پریشان ضرور تھی۔ کیونکہ اگر یہ کوئی بلا ہوئی تو پھر اس سے چھٹکارا مشکل تھا۔ جہاں چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہو وہاں ماریا کیا کر سکتی تھی۔ ابھرنے والی بلا اب کچھ کچھ نظر آنے لگی تھی۔ اچانک ماریا کانپ اٹھی۔ اس بلا کے سر پر کالے کالے لمبے بال تھے جو سمندر کی لہروں کے ساتھ لہرا رہے تھے۔ پھر اُس بلا کا ماتھا موجوں سے باہر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگیا۔ اس کے ساتھ ہی بلا نے اپنا سر باہر نکال لیا۔ وہ ایک بہت بڑا انسانی سر تھا جس کی آنکھیں بڑے بڑے سرخ گنبدوں کی طرح باہر کو ابھری ہوئی تھیں اور لمبے لمبے دانت ہاتھی کے دانتوں سے بھی زیادہ لمبے تھے۔ یہ کوئی پہاڑ اتنا بڑا جن یا دیو تھا جس کے دونوں بازو بہت لمبے تھے اور سمندر کی موجوں پر اژدہا کی طرح تیر رہے تھے۔

اس سمندری دیو کو دیکھ کر راجکماری نے ایک چیخ ماری اور کشتی میں بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ سمندری دیو نے پورا منہ کھولا اور ایک ایسی چنگھاڑ کی آواز اس کے حلق سے نکل کر اس کے دھماکے سے سمندر میں طوفان آگیا۔ بڑی بڑی موجیں اٹھ کر سمندری دیو کے پہاڑ ایسے جسم سے ٹکرانے لگیں۔ ایک موج نے ماریا کی کشتی کو نیچے سے اوپر اچھال دیا۔ کشتی الٹ گئی اور ماریا راجکماری سمیت سمندر میں گر پڑی

- ماریا اور راجکماری پر سمندری طوفان میں کیا گزری؟
- سمندری دیو کہاں گیا؟
- عنبر پراسرار محل کے تہہ خانے سے کیسے نکلا؟
- ناگ جب سپین پہنچا تو کیسے حالات پیش آئے؟
- یہ آپ اسی سیریز کی قسط نمبر ۹ "سانپ کی آواز" میں پڑھیں گے۔

مراد، انسپکٹر رضوی اور موتی کے کارنامے

ایک ناول

برف پر خون

مہم جوئی اور رونگٹے سفر کی ایک ہولناک کہانی۔

موتی، انسپکٹر رضوی اور مراد ایک ایسی سرزمین پر

— جہاں —

چاروں طرف برف تھی۔ زمین پر برف تھی اور آسمان سے برف گرتی تھی۔

دشتینے کا آدمی

دنیا سے دور پناہ کی تلاش کرتا ہے۔

اور ایسے ایسے ناقابل یقین واقعات کو جنم دیتا ہے جو آپ کے لیے بالکل نئے ہوں گے اور اس سے پہلے آپ نے کسی ناول میں ایسے حیران کن اور سنسنی خیز واقعات نہ پڑھے ہوں گے۔

نیا مکتبہ اقراء

۱۴۔ بادشاہ عالم مارکیٹ، لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موت کے تعاقب کی واپسی

آپ کے جانے پہچانے سلسلے

عنبر، ناگ، ماریا

۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنف: اے حمید

۱: لاش سے ملاقات	۲: جہاز ڈوب گیا
۳: مندر کی چڑیل	۴: پُراسرار [illegible] کی مورتی
۵: ناگ لندن میں	۶: تابوت میں سانپ
۷: موت کا دریا	۸: سانپ کا انتقام

آئندہ شائع ہونے والی کتابیں

۹: سانپ کی آواز	۱۰: ناگ کا قتل
۱۱: شاہ بلوط کا خزانہ	۱۲: پتھر کا ہاتھ
۱۳: طوفانی سمندر کا بھوت	۱۴: ڈائنا سورس کا جزیرہ
۱۵: سیاہ پوش سایہ	۱۶: انسانی بلی

نیا مکتبہ اقراء

[illegible]۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مُراد، ریٹائرڈ انسپکٹر رضوی اور موتی کے کارنامے

ستّار طاہر کے نئے ناول

- جس روز شہر میں قتل ہُوا
- بھوت اور موتی
- ایک سے بڑھ کر ایک
- موتی اور سمگلر
- ٹیلی فون پر موت
- پیلا لفافہ
- شیشے کا آدمی
- برف پر خون

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اپنے قریبی بکسٹال سے
خرید فرمائیے یا براہ راست ہم سے منگوائیے!
مکمل سیٹ منگوانے پر
ڈاک خرچ
ادارہ ادا کرے گا!

مکتبہ اقرأ — ۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور